آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ۔ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

دنیا کے مذاہب پر تنقیدی نظر

Digitized by Khilafat Library

جلد ۱۹ جولائی ۔ اگست سنہ ۱۹۲۰ء نمبر ۷-۸
مطابق ذی قعدہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۸ھ

فہرست مضامین

مسیح کی پہاڑی تعلیم کے یہودی ماخذ	۲۱۷-۲۳۱
کیا مسیحی صلیب نرمی اور محبت کا نشان ہے؟	۲۳۱-۲۳۹
واقعات کا مطالعہ احمدیت کا رویہ مسیحیت کے ساتھ	۲۳۹-۲۴۲
ہمارا آقا صلی اللہ علیہ وسلم	۲۴۳-۲۴۹
تبلیغی اخبار احمدیہ	۲۵۰-۲۵۶
اسلام انسان کا بنایا ہوا نہیں بلکہ خدا کا بھیجا ہوا مذہب ہے	۲۵۷-۲۶۹
اخبار احمدیہ	۲۶۹-۲۷۲
گوشوارے	

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل شاہی حکیم مولٰنا مولوی نور الدّین صاحب رضؓ کی مجرّب ادویات

سرمہ لاثانی کمزوری آنکھ ۔ دھند ۔ جالا ۔ سرخی چشم ۔ ضعف بصارت ۔ آنسوؤں کا جاری رہنا
ان امراض کا لاثانی سرمہ ۔ قیمت ۶ ماشہ عمہ

سرمہ برقی ۔ کمزوری آنکھ ۔ خارش ۔ آنکھوں سے پانی کا آنا ۔ دھند ۔ قیمت ۶ ماشہ عہ ر

مومیائی ۔ بدن کی طاقت کیلئے اکسیر ۔ تمام قوتوں کا مجموعہ کیسی ہی کمزوری ہو ۔ اسکے استعمال سے رفع ہو جاتی ہے ۔ قیمت فی تولہ عہ

معجون مسکی بدن کی زردی ۔ کمی خون ۔ دل کا دھڑکنا ۔ معدہ کی کمزوری ۔ سانس کا پھولنا
ان بیماریوں کے لئے اکسیر ہے ۔ قیمت ۴ تولہ صہ ر

حبّ جانا ۔ تمام بدن کی کھوئی ہوئی طاقت کا واپس لانا انکا فرض عین ہے ۔ کمی خون کو چند یوم میں پورا کر دینا انکا منصب ہے ۔ تمام پٹھوں کی کمزوری کے لئے ان کے اندر برقی تماشا ہے ۔ دماغ کی قوت میں بے مثل ہیں ۔ نسیان کو دور کرنا انکے ہاتھ کا کھیل ہے ۔ منگواؤ اور فائدہ اٹھاؤ ۔ ۲۰ گولیاں عہ

اٹھرا

کیا آپ پیارے بچے چاہتے ہیں ۔ ہم اللہ تعالٰی کے فضل سے سچی ہمدردی اور فائدہ خلق اللہ کے لئے اس نہایت عاقل اور بیدار مغز اور خیر خواہ ہر انسان حکیم الامّت مولنا مولوی نور الدین صاحبؓ شاہی حکیم کا وہ مجرّب المجرّب نسخہ پورے طور پر طیار کیا ہے جس سے کئی گھر اللہ تعالٰی کے فضل سے بھرے ہوئے ہیں جو پیارے بچوں سے خالی تھے ۔ وہ گھر ہیں جو اسقاط حمل کی وجہ سے یعنی اٹھرا کی بیماری کا نشانہ بن چکے تھے یا جن کی اولاد پیدا ہوتے ہی داغ مفارقت دیکر راہ دار البقاء لیتے تھے یا جن کے حمل قبل از وقت ضائع ہو جایا کرتے تھے ۔ یا مردہ پیدا ہوتے تھے ۔ والدین کے کلیجے صدمے سہتے سہتے مایوس اور ناامید ہو چکے تھے ۔ محض خدا تعالٰی کے فضل سے ان تریاقی گولیوں کے استعمال سے کئی گھر بامراد ہوئے اور ہو رہے ہیں ۔ آپ بھی خدا پر بھروسہ رکھیں اور اکسیر جنین کا استعمال کرائیں اور پیارے بچوں کی میٹھی میٹھی باتیں سنکر خدا کا شکر کریں ۔ انکے فوائد کے لحاظ سے قیمت بہت کم ہے تاکہ ہر ایک فائدہ اٹھائے ۔ قیمت فی تولہ عہ

ملنے کا پتہ :- **ناظم جان عبد الرحمٰن کاغانی قادیان ضلع گورداسپور**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسیحؑ کی پہاڑی تعلیم کے یہودی ماخذ

نمبر (۱)

(نوشتہ مولوی محمدؐ دین صاحب بی۔ اے)

بعض دفعہ عیسائی مشنری اپنے جوش و سرگرمی کی وجہ سے حدود سے اس طرح تجاوز کر جاتا ہے۔ اور نکتہ چینی کرتے ہوئے۔ اس کے الفاظ تنقید کے جائز حدود کو اس طرح توڑتے ہیں۔ کہ اگر اس کے الفاظ میں تھوڑی سی ترمیم کردی جاوے اور بجائے کسی اور نام کے مسیحؑ اور اسکے حواریوں کے نام رکھ دیئے جاویں۔ تو غالباً ان پر اس کی وہ نکتہ چینی اسی طرح صادق آسکے جس طرح کہ اب بعض جگہ بے طرح ہونے کی وجہ سے بالکل صادق نہیں آسکتی۔ اور ایسا کبھی ہو بھی جانا چاہیئے کیونکہ اپنے عقائد اور بزرگوں پر اسی رنگ سے اعتراض پڑتے دیکھکر انسان کو اپنے عقائد اور بزرگانِ دین کی قدر و منزلت یاد آجاتی ہے۔ اور دوسرے گھر پر پتھر پھینکنے سے پہلے وہ اس خیال سے رُک جاتا ہے۔ کہ مبادا اس کے اپنے گھر پر اس طرح پتھر نہ پڑیں۔ جب سے کہ عیسائی پادریوں نے مسیحیت کی منادی مشرق میں بڑی سرگرمی سے شروع کی ہے اس وقت سے ان کا

ایک بڑا اعتراض اسلام اور مسلمانوں پر یہ رہا ہے کہ بائیبل یعنی نیا اور پرانا عہد نامہ ہر دو اسی طرح چلے آرہے ہیں۔ جس طرح کہ ابتدائے زمانہ میں تھے اور یہ کہ انہیں کسی قسم کی تحریف و تبدیل واقع نہیں ہوئی اور اس امر کے لئے ان لوگوں کو بڑی جد و جہد سے قرآن شریف کی آیات و سورتیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالنی پڑیں جن سے بزعم خود گویا انہوں نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ ان کتب الٰہیہ میں کسی قسم کا تغیر و تبدل واقع نہیں ہوا۔ بلکہ یہ کہ قرآن شریف ان کا مصدّق ہے۔ اس لئے وہ کبھی صورت میں غلط نہیں ہوسکتیں۔ اور اسی لئے بائیبل کی تعلیم صحیح و درست ہے۔ اور جو اس کے متعارض واقعہ ہو وہ غلط اور غیر صحیح ؎

اس رسالہ کے کسی گذشتہ پرچہ میں ہم اس امر پر بحث کر آئے ہیں۔ کہ اسلام نے ان تمام مذاہب گذشتہ کے متعلق کیا رویہ اختیار کیا ہے۔ اور وہاں ہم نے اس امر کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور ان اصولوں کو بھی پورے طور پر کھولا ہے کہ کیوں اسلام کو یہ طرز اختیار کرنی پڑی۔ مختصر بات یہ ہے کہ اسلام چونکہ آخری مذہب تھا۔ اور قرآن شریف سب سے آخری لیکن اکمل کتاب تھی اس لئے یہ ضروری تھا کہ پہلی کتب میں جو اچھی اور پائدار تعلیم ہو اور جس کا تعلق تمام ہی نوع انسان سے ہوتا وہ سب بہ تمام و کمال اس آخری تعلیم کا جزو ہوتی۔ اور نیز یہ کہ تقوے اور پرہیز گاری کی جس قدر ثابت شدہ راہیں پہلی کتب میں پائی جاتی ہیں۔ وہ بھی بجنسہٖ اس میں موجود ہوں یا ان کی ترمیم شدہ صورت ایسی ہو کہ پہلے سے بھی وہ اعلیٰ اور اکمل ہو جاوے اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے تھا۔ کیونکہ بعض باتیں ... صحیح و ضروری آج بھی ویسی ہیں جیسی کہ کئی ہزار یا کئی لاکھ سال پہلے مثلاً سچ کا اختیار کرنا اور جھوٹ کا ترک کرنا یہ ایسے امور ہیں کہ ابتدائے آفرینش سے لوگ انکو مانتے چلے آئے ہیں ان کی تعلیم دیتے رہے ہیں ان پر عمل پیرا ہوتے رہے ہیں۔

ان کی تعریف وہی ہے جو آج سے کئی لاکھ سال پہلے تھی۔ وغیرہ وغیرہ؛

اگر ان تعلیموں کو قرآن شریف جیسی اعلیٰ و اکمل کتاب سے چھوڑ دیا جاتا تو نہ صرف قرآن شریف ناممکل و ناقص ہوتا۔ بلکہ ان بزرگوں کی ہتک لازم آتی۔ جنہوں نے اپنا جان و مال ان تعلیموں کے پھیلانے میں صرف کر دیا۔ اور جن کی پرچار کی وجہ سے ان کو اپنی جانوں پر بھی کھیل جانا پڑا۔ اگر قرآن شریف ان تعلیموں کو چھوڑ دیتا تو گویا اس کے معنی یہ ہوتے۔ کہ ان لوگوں نے جو کچھ کیا وہ سب اکارت گیا۔ اس سے بڑھکر دنیا میں ناانصافی کونسی ہوتی۔ اور کون کہتا کہ اسلام حق پژوہی کا مُویّد ہے۔ موجودہ نسل انسان اب جس حالت میں قائم ہے وہ ان حالتوں کا نتیجہ ہے جس میں سے نوع انسان گذر چکی ہے۔ اس لئے جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے وہ گذشتہ نسلوں کا ورثہ اور ان کی یادگار ہے۔ ہم اپنے اس جائز ورثہ سے کس طرح دست بردار ہو سکتے ہیں۔ اور اگر ہم دست برداری کریں۔ تو دنیا میں ہم کو عقلمند کون کہیگا۔ تجارب روزگار سے دنیا میں فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔ ہم سے پہلے جو لوگ گذر چکے ہیں۔ ان کے نقش ہستی سے ہم دنیاوی کاموں میں فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم ان روحانی تعلیموں کو چھوڑ دیں۔ جو خدا تعالیٰ کے مقدس انبیاءؑ کی معرفت ہمیں ملیں جو ان پر الہاماً نازل ہوئیں۔ ہاں یہ امر دیگر ہے۔ کہ وقت اور مکان اور موقع کا ہم لحاظ ضرور رکھیں۔ اور یہ بھی مدّنظر رکھیں۔ کہ ان تعلیموں کے مخاطب کون تھے۔ اور وہ کس درجہ تمدّن پر پہنچے ہوئے تھے۔ اور روحانیات کی منازل انہوں نے کس حد تک طے کی ہوئی تھیں۔ اور ضرورت زمانہ کیا تھی؛

لیکن اگر قرآن شریف میں صرف پُرانی تعلیمیں ہی اکٹھی کی ہوتیں۔ جن میں کسی قسم کی اصلاح اور ترمیم نہ ہوتی یا قطع و برید اس طرز پر ہوتی کہ شکل و صورت وہی ہوتی۔ صرف یونہی ظاہرداری کے لئے تغیّر ہوتا تو بھی ہم ان

بزرگوں کی رائے کو وزنی ماننے کے لئے طیار ہو جاتے۔ اگرچہ نکتہ چینی کے بجا ہونے کے لئے ہم اس وقت بھی اپنے آپ کو طیار نہ پاتے کیونکہ ہمیں معلوم ہے۔ کہ دنیا میں سینکڑوں ایسے انبیاءؑ گذرے ہیں جن کی بعثت کی غرض صرف یہی رہی ہے۔ کہ لوگوں کو پُرانے فراموش شدہ اصول یاد کرائیں۔ اور ان پر لوگوں کو کاربند کریں ۞

یہ امر قرین قیاس اور عین عقل کے مطابق بھی ہے۔ کہ ہر نبی کا کام یہ ضروری نہیں۔ کہ وہ بالکل نئی شریعت دنیا میں لائے۔ اگر محض تذکیر اور یاددہانی سے اور پُرانے اصولوں کو دوبارہ پڑھانے سے وہ لوگوں کے اندر ایسا اثر پیدا کر سکتا ہے۔ کہ محض ان باتوں سے ہی اپنی روحانی اثر اور معجز نما کشش مقناطیسی اور نیک نمونے سے وہ لوگوں کو راستبازی کی اعلیٰ چوٹیوں پر پُہنچا دیتا ہے۔ تو گویا اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ راستبازی کے اعلیٰ پیمانے پر بھی پُہنچانا ہر ایک کا کام نہیں۔ مَیں کہتا ہوں کہ اگر اس نے ان لوگوں کو راستبازی کے راستہ پر ڈال دیا۔ تو بھی وہ کامیاب ہو گیا۔ اس لئے ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اس کی عزت کریں۔ کیونکہ اس نے اپنے دعوے کو ثابت کر دیا ہے ۞

ہمارا انشاء اس آرٹیکل میں یہ ثابت کرنے کا نہیں ہے۔ جو کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ عیاں را چہ بیاں۔ یہ ظاہر امر ہے۔ اس لئے وہ کسی زائد ثبوت کا محتاج نہیں۔ کوئی عقلمند مسیحی کبھی یہ خیال ظاہر کرنے کی جرأت نہ کریگا۔ کہ چونکہ دس احکام توریت موسیٰؑ کی وساطت سے نازل ہوئے تھے۔ اس لئے حضرت مسیحؑ کی بعثت نے ان احکام کی ضرورت سے دنیا کو مستغنی کر دیا ہے۔ اس لئے یہ دسوں کے دس حکم منسوخ ہیں۔ اور آئندہ کسی مسیحی کو ان پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں یا یہ کہ ان کے خلاف کرنا اب

کارِ ثواب ہے۔ اگر ان دس حکموں میں سے ایک حکم یہ ہے۔ کہ تُو زنا نہ کر تو مسیحی کے لئے اب کارِ ثواب یہی ہے۔ کہ وہ زنا ضرور کرے۔ اور اگر ان حکموں میں سے ایک حُکم یہ بھی ہے۔ کہ تُو چوری نہ کر تو محض اس امر کے ثابت کرنے کے لئے۔ کہ اب پُرانی شریعت موقوف ہوگئی۔ اب چوری کرنی ضرور کارِ ثواب ہے۔ یا یہ کہ تحمید و تقدیس و مناجات کی بجائے نعوذ باللہ انسان اب اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینے میں ثواب خیال کرے۔ وجہ یہ کہ تحمید و تقدیس و مناجات یہودی رسوم ہیں۔ مسیحیوں کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کو زیادہ واضح کرنے کی ضرورت اس لئے بھی نہیں کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام پُرانی تعلیموں کے مقر ہیں اور پُرانے انبیاء اور ربیوں کے اقوال کی بڑی قدر و منزلت کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے فقیہی اور فریسیوں کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کی تعلیم دی۔ اگرچہ لوگوں کو ان کے نمونہ اور قدم بقدم چلنے سے روکا۔ ہم یہاں حضرت مسیحؑ کے اصل الفاظ نقل کردیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

> "فقیہی اور فریسی موسیٰؑ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ پس جو کچھ وہ کہیں وہ کرو اور مانو۔ لیکن جو کچھ وہ کرتے ہیں وہ نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں لیکن کرتے نہیں"

اس جگہ حضرت مسیح علیہ السلام تمام پہلی تعلیمات کے قوّت و گُن کے قائل ہیں۔ اور آپ کا طریقِ عمل بھی وہی ہیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ ان تمام تعلیمات کو اپنی تعلیم میں شامل کرتے ہیں۔ وِالّا کیا ضرورت تھی کہ وہ لوگوں کو غلط راستہ پر ڈالتے اور ان کو یہ کہتے کہ وہ کرو جو ان یہودیوں کے مولوی لوگ تعلیم دیتے ہیں۔ حالانکہ آپ کو علم تھا۔ کہ آپکے آنے کی وجہ سے اور آپکی بعثت کی بنا پر پہلی تمام تعلیمات منسوخ و ہیچ ہو چکی تھیں؛ لیکن باوجود اس نص صریح کے جس سے ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ حضرت

مسیحؑ اپنی تعلیم میں پہلے تمام انبیائؑ اور ربانی لوگوں کی تعلیموں کو شامل کرتے ہیں۔ اگر کوئی پادری جناب پولوس کی تقلید کرتے ہوئے یہ کہدے کہ وہ ان تمام تعلیمات کے جوئے سے بری ہے۔ تو ایسے شخص کی تادیب و تفہیم کے لئے ہم حضرت مسیح علیہ السلام کا ایک اور مشہور قول نقل کرتے ہیں جس سے گریز کرنی غالباً دلیر سے دلیر عیسائی کے لئے بھی مشکل ہے۔

حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں :-

"یہ مت سمجھو کہ میں قانون اور شریعت اور احکام نبوت مٹانے آیا ہوں۔ مٹانے نہیں۔ بلکہ پورا کرنے کے لئے آیا ہوں۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ آسمان اور زمین بدل جائیں گے۔ لیکن توریت کا ایک شوشہ یا نقطہ تک نہیں ٹل سکتا۔ جب تک کہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں۔ اس لئے اگر تم میں سے کوئی ان حکموں میں سے کسی چھوٹے سے چھوٹے حکم کو بھی توڑے گا تو وہ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا۔ لیکن جو ان احکام کی تعلیم دیگا اور ان پر عمل کریگا وہ خدا کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا۔"

یہ ہیں حضرت مسیحؑ کے الفاظ یہاں ان احکام کی تعلیم و ترویج سے انسان خدا کی بادشاہت میں بڑا کہلا سکتا ہے۔ اور انکی تحقیر کرنیوالا اور تذکیر و تعمیل سے گریز کرنے والا سب سے چھوٹا اور ذلیل کہلائیگا ؎

لیکن ہم اسی پر اکتفا نہیں کرینگے۔ اس مضمون میں ہم اور ایک طرز اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے بہت کوشش کی کہ ہمارے عیسائی دوست سنبھل کر چلیں۔ اور وہ راہ اختیار نہ کریں۔ جس کی زد ان پر خود پڑتی ہو۔ ہم نے دلائل سے امر کو واضح کرنا چاہا اور کیا۔ لیکن بجائے اس کے کہ کوئی

اصلاح کی صورت پیدا ہوتی۔ ہمارے دوستوں نے گالیوں کی بوچھاڑ شروع کردی۔ اس لئے اس جگہ ہم یہ دکھلانا چاہتے ہیں۔ کہ انجیلوں کی تعلیم بھی کوئی نئی تعلیم نہیں۔ بلکہ اس کے ماخذ کتب مقدسہ یہود ہیں۔ اگر صحیح پوچھو تو انجیل کی تمام تعلیم الف سے لیکری تک تمام کی تمام پرانے عہدنامے سے لی گئی ہے یا اس تعلیم کو دوسرے الفاظ میں ڈھال لیا گیا ہے۔ خیالات وہی ہیں۔ بعض جگہ ان خیالات کو جو نئے الفاظ کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ وہ ایسا بھونڈا ہے۔ کہ انسان اس اصل کو ہر خیال سے بہ سبب بھونڈی شکل کے متنفر ہونے لگتا ہے۔ اس مضمون میں ہم کوشش کرینگے۔ کہ ناظرین کو اصل الفاظ میں ہوبہو نقل دکھلادی جاوے۔ فی الحال ہم اپنی توجہ پہاڑی تعلیم تک ہی محدود رکھتے ہیں۔ ناظرین کو یہ خیال رہے کہ پہاڑی تعلیم مسیحیوں کی ایک مایہ ناز انجیلی تعلیم ہے۔ اس کو دوسرے الفاظ میں مسیحیت کا لب لباب کہنا چاہیئے۔ یہ حضرت مسیحؑ کی تعلیم کا مرکز و منبع بلکہ جو کچھ کہا جائے وہی ہے۔ تمام آپکے اقوال اسی پر آکر ختم ہوجاتے ہیں۔ یہی مبدا و منتہا ہے یہی وہ گرانمایہ پونجی ہے۔ جس کو مسیحی ڈنکے کی چوٹ سے دنیا میں منادی کرتے ہیں۔ جسے جہاں کہیں مسیحی منادجاتا ہے۔ وہ غیر مسیحی قوموں کے سامنے بطور چیلنج پیش کرتا ہے یہی مسیحی کی ظاہری نمود ہے۔ جس کو غیر مسیحی اقوام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اور ان سے داد چاہی جاتی ہے۔ غرض کہ مسیحی عقیدہ کے مطابق ایک مسیحی جس قدر بھی اس پر ناز کرے وہ کم ہے کیونکہ اس کے نزدیک یہ تعلیم بے نظیر ہے۔ اور اسی لئے وہ غیر مسیحیوں کی درستی عقل تادیب اخلاق و آراستگی عمل کے لئے اس کو بطور نمونہ پیش کرتا ہے۔ اس تعلیم کی اہمیت جو مسیحیوں کے ذہن میں ہے۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ ہم پہلے اس کے اندرونی اور بیرونی شواہد و ثبوتوں کے متعلق

کچھ دیکھیں گے ؛

اول تو اس کو پہاڑی تعلیم کہنا ہی غلط ہے۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کو میدانی تعلیم کہا جاوے۔ کیونکہ بخلاف متی کے لوقا کہتا ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ نے یہ تمام کچھ میدان میں بیان کیا۔ ہمارے پاس کئی ایک شواہد عقلی موجود ہیں۔ جن کو بخوف طوالت ہم چھوڑتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ لوقا کے اندر کا مختصر حصہ اصلی ہے بہ نسبت متی کے لمبے حصہ کے۔ متی جس کے مخاطب یہودی لوگ ہیں۔ اپنے نقطہ خیال سے لکھتا ہوا۔ دوسرے اوقات کی تعلیموں کو بھی اسی میں شامل کر گیا ہے۔ غالباً اس کا منشاء یہود پر ایک مؤثر پیرائے میں ایک جامع و کامل مضمون کا بیان کرنا تھا۔ چنانچہ اس غرض کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس نے بعض دفعہ بلا تحقیق ایسے اقوال بھی شامل کر لئے ہیں جو غالباً نہ مسیحؑ نے استعمال کئے اور نہ وہ کر سکتے تھے۔ اس امر کی تصدیق و وضاحت اور بھی نمایاں ہو جاتی ہے۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مرقس میں اس تعلیم کا ذکر تک نہیں۔ سب سے بڑھکر یہ کہ جناب پولوس بھی جنہوں نے مسیحؑ کے خدا بنانے میں غالباً سب سے زیادہ حصہ لیا ہے۔ وہ بھی اس تعلیم کے متعلق خاموش ہیں انکی کسی تحریر و تقریر میں اس تمام تعلیم میں سے کوئی ایک جملہ یا اس کی طرف اشارہ تک بھی نہیں پایا جاتا۔ جس سے صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ اس پہاڑی یا میدانی وعظ کی اصلیت بہت حد تک مشتبہ ہے۔ ایک محقق انسان تو پہلے ہی دگدا میں پڑ جاتا ہے کہ چار انجیلوں میں سے ایک بالکل خاموش دوسری بالکل مختصر۔ تیسری میں غیروں کے اقوال کی بھرتی۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ مسیحؑ کو بڑا بنانے میں جو شخص کمزور سے کمزور باتوں کو نہ چھوڑنے والا ہو وہ اتنے بڑے عظیم الشان حصہ سے ناواقف ہو۔ یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے ؛

اب قدرتاً سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا حضرت مسیحؑ نے واقعی وہ تمام کچھ تعلیم دی تھی۔ جس کا ذکر وعظ میں ہے (اس جگہ ہم لفظ وعظ پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور پہاڑی اور میدانی سرناموں کو چھوڑتے ہیں) پولوس کی خاموشی اور مرقس کا ذکر تک نہ کرنا اس بات کی دلیل ہیں۔ کہ ایسی کوئی تعلیم ہی نہیں دی گئی تھی۔ تمام بڑے بڑے نقاد اس امر پر متفق ہیں کہ یہ تمام تعلیم حضرت مسیحؑ نے ایک موقع پر نہیں دی بلکہ ان کا متفقہ خیال ہے۔ کہ متی نے ان تمام متفرق تعلیمات کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ گویا اس نے اپنے خیال سے ان تمام کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔ جس طرح کہ بدھوں کے ستاز اور برہمنوں کے سوتر ایک جا لکھنے والے نے جمع کر دیئے ہیں۔ اور غالب گمان یہ ہے۔ کہ انجیل لکھنے والے نے بعض ایسی باتیں بھی داخل کر دی ہیں۔ جن کی صحت تاریخی اعتبار سے مشتبہ ہے۔ بہت ہی تھوڑے ایسے آدمی ہیں جن کا کہ یہ خیال ہو کہ یہ تمام وعظ حضرت مسیحؑ کی تعلیم ہے۔ یہ تو ہے مختصراً ظاہری اور بیرونی شواہد کے متعلق اب اندرونی شواہد اور ثبوتوں کو بھی لیجئے ہ

ہم نے ... یہ دیکھنا ہے۔ کہ آیا اس تعلیم کی نظیر پرانے عہدنامہ اور پرانے یہودی احبار اور ربّانی لوگوں کی کتابوں میں بھی پائی جاتی ہے یا نہیں۔ اگر ہم ایسے نظائر پیش کر دیں۔ یا ایسی ہی عبارتیں عہدنامہ عتیق سے دکھلا دیں تو کم از کم یہ ہمارے مسیحی پادریوں کے لئے ایک سبق ہوگا۔ کیونکہ اکثر دفعہ وہ اپنے مذہب کی حمایت کے بے جا جوش میں ایسی باتیں تحریر و تقریر میں لے آتے ہیں۔ جو شائستگی تہذیب اخلاق اور دُور اندیشی سے بعید ہوتی ہیں۔ ہم نہیں جانتے۔ کہ باوجود جاننے بوجھنے کے ان کا اس طرح دوسروں کے اعتقادات پر حملہ کرنا کس نیت سے ہوتا ہے۔ آیا اس سے غرض تحقیق حق ہوتی ہے یا کچھ اور۔ تاہم ہمارا کام ہے۔ کہ ہم ان کا ہی ہتھیار ان پر استعمال کر کے ان کو دکھلا دیں۔ کہ دوسروں کے جذبات کو ان کی بدلگامی کس طرح ٹھیس لگاتی ہے۔ اس وعظ کی ہم ایک ایک آیت

علیحدہ علیحدہ لیکر دکھلائینگے۔ کہ کس طرح وہ پرانی کتابوں سے اخذ کی گئی ہیں۔
متی میں پہلی آیت اس وعظ کی اس طرح پر درج ہے:۔
"مبارک وے جو دل کے غریب ہیں۔ کیونکہ خدا کی بادشاہت انہی کی ہے"
لوقا کی قرأت اس طرح پر شروع ہوتی ہے:۔ "مبارک ہو تم جو غریب ہو......الخ
عہد عتیق کی کتاب یسعیا باب ۶۱ ورس ایک ملاحظہ ہو۔ جہاں کہ حضرت فرماتے ہیں کہ آپ خدا کے برگزیدہ ہیں اور اس لئے مبعوث کیئے گئے ہیں کہ تا آپ غریب اور حلیم دونوں کو خوشخبری سُنائیں بعینہٖ یہی الفاظ ملاحظہ ہوں یسعیا باب ۱۱ ورس ۴۔ اور باب ۵۷۔ آیت ۱۵۔ اگر متی کی روایت کو ترجیح دی جاوے۔ تو ملاحظہ ہو زبور ۳۴ آیت ۱۸ جہاں حضرت داؤدؑ فرماتے ہیں خدا انکے نزدیک ہے جو شکستہ دل ہیں اور ان کو جو خستہ جان ہے بچاتا ہے۔ ایسا ہی ملاحظہ ہو زبور ۵۰ آیت ۱۷۔ اور یسعیا باب ۶۶۔ آیت ۲ جہاں لکھا ہے۔ کہ خداوند فرماتا ہے لیکن مَیں اس شخص پر نگاہ کرونگا اسی پر جو غریب اور شکستہ دل ہے۔ اور میرے کلام کے سبب کانپ جاتا ہے؛
پیشتر اس کے کہ ہم دوسری تبریکات[۵] کو لیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس طرز تحریر و کلام کو بھی دکھلاویں کہ یہ نیا نہیں۔ بلکہ پُرانوں کی نقل ہے۔
ملاحظہ ہو زبور اوّل ورس اوّل جہاں کہ حضرت داؤدؑ فرماتے ہیں:۔
"مبارک وہ آدمی ہے جو شریروں کی صلاح پر نہیں چلتا.....الخ
پُرانے عہدنامہ میں تیس کے قریب ایسے موقعے ہیں۔ جہاں کہ فقرات اسی

۵ حاشیہ۔ تبریکات سے مراد انجیلوں کی خصوصاً متی باب ۵ آیت ۳ سے لیکر ۱۱ تک کی وہ آیتیں ہیں۔ جن کے شروع میں الفاظ "مبارک وے" یا "مبارک وہ لوگ" آتے ہیں۔

طرز سے شروع ہوتے ہیں۔ اور لفظ (happy) ہپّی جس کا ترجمہ خوش نصیب۔ مبارک ہے قریباً پینتالیس دفعہ آتا ہے۔ جس میں سے چھبیس دفعہ وہ زبور میں پایا جاتا۔ اس قسم کی تبریکات غزل الغزلات (ب۹) واعظ .. .. وغیرہ میں پائی جاتی ہیں۔ اگر ہم اسجگہ لوقا کی قرأت "مبارک ہو تم جو غریب ہو" کا مقابلہ زبور ۴۱ آیت اوّل "مبارک ہے وہ جو مسکین کی فکر رکھتا ہے۔ خداوند بپت کے وقت اسکو رہائی دیگا" سے کریں تو یہ بے موقع اور بے محل نہ سمجھا جائیگا۔ زبور کی تعلیم زیادہ واضح اور عملدرآمد کے لئے زیادہ موزون معلوم ہوتی ہے۔ یہ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ بہ نسبت خود غریب رہنے یا غربت پر قانع رہنے کے دوسروں کی تکلیف اور غربت کو دُور کرنا زیادہ کار ثواب معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے ہمارے نزدیک زبور کی تعلیم انجیل کی تعلیم سے اولیٰ معلوم ہوتی ہے ؛

تبریک یا بالفاظ دیگر پہاڑی وعظ کی دوسری آیت اس طرح سے شروع ہوتی ہے۔ "مبارک وے جو غمگین اور غمزدہ ہیں کیونکہ وہ تسلّی پائیں گے" یہ بھی کوئی نئی بات نہیں۔ ملاحظہ ہو یسعیا باب ۶۱ آیت ایک سے لیکر تین تک آپ فرماتے ہیں۔ کہ خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ کہ میں ٹوٹے دلوں کو درست کروں۔ اور قیدیوں کے لئے چھوٹنے اور بندھوؤں کے لئے قید سے نکلنے کی منادی کروں .... اور ان سب کو جو غم زدہ ہیں تسلّی بخشوں" اسی قبیل کی اور آیتیں ملاحظہ ہوں زبور باب ۱۲۴ آیت ۵۔ باب ۹۴ آیت ۱۲ و ۱۳ اور یسعیا باب ۵۱ آیت ۱۱۔ نیز یہ امر کہ حضرت مسیحؑ نے یسعیا باب ۶۱ آیت ۱ و ۲ و ۳ پر اپنی ان تعلیمات کی جان بوجھکر بنیاد رکھی اور بھی واضح ہو جاتا ہے۔ جبکہ ہم اس امر کو بھی ذہن میں رکھ لیں۔ کہ حضرت مسیح اپنی بعثت و دعویٰ مسیحیت پر بھی ایمان رکھتے تھے۔ اس واسطے آپکے لئے ضروری تھا کہ جن باتوں سے آپکے دعوے کی تصدیق نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہو انکو آپ

واضح طور پر اختیار کریں۔ کیونکہ اگر حضرت یسیعیاہ کے الفاظ کو لیا جاوے
تو وہاں لفظ anointed موجود ہے جس کے معنی مسیح کیا گیا
یا تیل ملا گیا ہے۔ اسی لئے اور اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے
the anointed کے معنی انگریزی لفظوں میں حضرت مسیحؑ کے بھی کیئے
گئے ہیں۔ اگرچہ یہ معنی کھینچ تان کر نکالے گئے ہیں تاہم اگر حضرت مسیحؑ کو مسیح
حقیقی مان لیا جاوے تو کوئی وجہ انکار بھی معلوم نہیں ہوتی۔ ہاں یہ جتلا دینا
ضروری ہے۔ کہ سیاق وسباق کو مدنظر رکھکر اس لفظ کے اور کوئی معنی نہیں
سوائے خدا کے برگزیدہ کے جس کا کام یہ ہے کہ شکستہ دلوں کو جوڑے اور
غمزدوں کو تسلی دے اور غریبوں کو خوشخبری سنادے۔ چونکہ حضرت
مسیحؑ اپنے آپ کو ان پیشگوئیوں کا موعود سمجھتے تھے۔ اس لئے آپ کا یہ کام تھا کہ
ان امور کو ترویج دیں جن کا یسیعیا نبی اپنے الہام میں ذکر کرتا ہے اور
اس کی تعمیل کریں اور کروائیں *

کہا جاتا ہے۔ کہ عبرانی زبان اور لٹریچر میں تسلّی دہندہ مسیحؑ کے مختلف
ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کی تائید میں۔

Berachoth 11, 45a اور Synhedrium, 98b
پیش کیئے جاتے ہیں۔ اور انجیل میں بھی بعض ایسے اشارات پائے جاتے
ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اوائل میں حضرت مسیحؑ کا خیال تھا کہ تسلّی دہندہ
آپ ہی ہیں۔ لیکن بعد میں معلوم ہوتا ہے۔ کہ بہت حد تک آپ کی غلط فہمی
اپنے متعلق دُور ہو گئی۔ اور انکشاف حقیقت ایسے طرز پر واقع ہوا کہ آپ
کی اور آپ کے مریدین کی زندگی تلخ ہو گئی۔ اس وقت تسلّی دہندگی کا کام کسی اور
کی طرف منسوب کیا گیا اور کہا گیا کہ وہ تسلّی دہندہ نہیں آسکتا۔ جب تک کہ
آپ تشریف نہ لے جاویں۔ اگرچہ اب بھی آپ اپنے آپ کو تسلّی دہندہ کے

نقب سے ملقب فرماتے تھے تاہم اصل تسلّی دہندہ واضح طور پر آپنے فرمادیا کہ آپکے بعد آئیگا اور نیا عہد جو اس نئے تسلّی دہندہ کی آمد کے ساتھ شروع ہونا تھا اس کا دور دورہ دنیا کے انجام تک باقی رہنا تھا۔ پس یہ ضروری تھا۔ کہ موسوی عہد و سلسلہ سے وہ عہد و سلسلہ کہیں بڑھ چڑھکر ہو کیونکہ موسوی عہد کا دور صرف ۱۴ سو سال تک تھا۔ لیکن اس نئے عہد کا دور دورہ دنیا کے آخر تک چلا جانا تھا۔ لیکن ساتھ ہی اس کے یہ بھی ضروری تھا۔ کہ موسوی عہد و سلسلہ مسیح ابن مریمؑ کے وجود سے تکمیل پاوے۔ کیونکہ اس آخری رُکن سلسلہ نے اعلان کرنا تھا۔ کہ اب یہ سلسلہ ختم ہے اور آئندہ نیا دور دورہ شروع ہونے والا ہے۔ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ موسوی شریعت و کلام انبیاء آپ ہی کا وجود باجود ہے۔ لیکن یہ بھی آپ ہی کے الفاظ ہیں۔ کہ بس ضروری ہے۔ کہ میں جاؤں تاکہ وہ دوسرا آئے۔ اس میں کیا شک ہے۔ کہ آپ مجسم شریعت موسوی و کلام انبیاءؑ تھے لیکن اس میں بھی شک نہیں۔ کہ آپکے جانے سے پہلا سلسلہ بالکل ختم ہوگیا۔ نیا سلسلہ جو پہلے سلسلہ کی جگہ لینے والا تھا۔ اس نے دنیا کے آخر تک ٹھہرنا تھا۔ اب صاف پتہ چل سکتا ہے۔ کہ وہ نیا سلسلہ کس سے شروع ہوا اور وہ تسلّی دہندہ نیا اور کون تھا۔ روح القدس جیسا کہ بعض کا خیال ہے ہرگز نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ روح القدس کا نزول حضرت مسیحؑ کے وقت میں ہوچکا تھا اور وہ ہر وقت حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ تھی لیکن نئے تسلّی دہندہ کے متعلق حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ وہ نہیں آسکتا جب تک آپ اس دنیا سے تشریف نہ لے جاویں۔ پس وہ موعود تسلّی دہندہ نہ حضرت مسیح بذات خود ہیں جو اپنی دوبارہ آمد کی بشارت دیتے ہیں اور نہ روح القدس بلکہ ایک تیسرا وجود ہے۔ جس کے پہچاننے کے لئے حضرت مسیحؑ نشانیاں

بھی بیان فرمادیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو انجیل یوحنا باب ۱۶ آیت ۷ سے لیکر ۱۴ تک آپ فرماتے ہیں :۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند اور ضروری ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ تسلّی دہندہ تمہارے پاس نہ آئیگا۔ لیکن اگر میں جاؤنگا تو اس کو تمہارے پاس بھیجدونگا اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائیگا گناہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے راستبازی کے بارے میں اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھوگے۔ عدالت کے بارے میں کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھیرایا گیا ہے۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئیگا۔ تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا۔ لیکن وہ جو کچھ سنیگا وہی کہیگا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا۔ وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔ اس لئے کہ مجھ ہی سے حاصل کرکے تمہیں خبریں دیگا"

Digitized by Khilafat Library

اس جگہ ہمیں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں ان اخبار کا تعلق تاریخ سے ہے۔ اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر اور کونسا شخص ہے جس نے دنیا کو گناہ کی وجہ سے قصوروار ٹھیرایا ہو جس نے راستبازی کا سکہ دنیا میں بٹھلایا ہو اور جس نے بُرے کام کرنے والوں کو ان کے بُرے کردار کے بدلے کیفر کردار تک پُہنچا دیا ہو۔ یہ وہی وجود ہے جنہوں نے وہ باتیں سکھلائیں جو حضرت مسیحؑ سے نامکمل رہ گئی تھیں۔ بلکہ حضرت مسیحؑ کے وقت دنیا یہانتک کہ حضرت مسیحؑ کے حواری بقول حضرت مسیحؑ ان باتوں اور نئی تعلیم کے قبول کرنے کے لئے طیار نہ تھے۔ آپ ہی تھے۔ جنہوں نے دنیا کو کامل سچائی کی تعلیم دی۔ مسیحی اور یہودی سلسلوں

کی غلطیوں سے یہود اور مسیحی ہر دو اقوام کو آگاہ کیا۔ لیکن باوجود ان تمام باتوں کے آپؐ نے اپنی طرف سے کچھ نہ کیا بلکہ وہی کہا جو کچھ آپؐ کو بذریعہ الہام و وحی معلوم ہوا۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ ۞

بالآخر آپؐ ہی وہ شخصیت ہیں۔ جنہوں نے حضرت مسیحؑ کے جلال کو ظاہر کیا۔ اور دوست دشمن کے اتہاموں اور الزاموں سے نہ صرف آپ کو ہی بری ٹھیرایا۔ بلکہ آپ کی والدہ کی بھی تطہیر ثابت کی۔ آپؐ نے ہی دنیا میں حضرت مسیحؑ کی سچائی کی تصدیق کی اور آپکے بے عصمت ہونے کو ثابت کیا۔ حالانکہ دوست و دشمن پہلے اندھی محبت کی وجہ سے اور دوسرے اندھے بغض و عناد کی وجہ سے آپ کی ذات کے متعلق وہ وہ باتیں کہتے تھے جن کو سُنکر انسان کے جسم پر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں ۞ (باقی دارد)

کیا مسیحی صلیب نرمی اور محبت کا نشان ہے؟

(واقعات کا مطالعہ)

(مولوی عبد القادر صاحب ایم۔ اے پروفیسر کنگ کالج کے انگریزی مضمون سے خلاصۃً ترجمہ کیا گیا)

(۱) الزام مت لگاؤ تا تم پر الزام نہ لگایا جاوے۔

(۲) درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ (متی)

جب کبھی عیسائی مصنفین اسلام یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق کچھ لکھنے بیٹھتے ہیں۔ تو وہ شاید اس بات کی خاص کوشش اور سعی کرتے ہیں۔ کہ ان کا بیان بجائے ایک نبی اللہ کے شایان شان ہونے کے ایک ظالم اور جابر حکمران کے مناسب حال ہو۔ کوئی بھی ایسا الزام نہیں جو وہ آپ کی ذات پر نہ لگاتے ہوں۔ آپؐ کے متعلق ان لوگوں کا قول ہے۔ کہ آپؐکے ایک ہاتھ میں قرآن

تھا۔ اور دوسرے میں تلوار بھی۔ ان کی طرف سے قرآن شریف کو بنی نوع انسان کے خلاف ایک جنگ و جدل کی تعلیم کے طور پر پیش کیا جاتا۔ اور ان دفاعی تدابیر کو جو آپؐ کو ۱۳ سال کے بے دردانہ مظالم سہنے کے بعد مجبور ہو کر اختیار کرنی پڑیں۔ ایک جابرانہ تعدی قرار دیا جاتا ہے۔ ان لوگوں نے اسلام کو ایک جنگی مذہب قرار دیکر اسے تہذیب و تمدن کے واسطے زہر قاتل ٹھیرایا ہے۔ مگر دوسرے پر الزام لگانے کے اندھے اور بے جا جوش نے انہیں اپنی آنکھ کے شہتیر دیکھنے سے روکدیا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ دوسروں کو بُرا بھلا کہتے اور زیر الزام لاتے ہیں۔ مگر اس بات کو بھولے ہوئے ہیں۔ کہ تاریخ کی عدالت نے خود ان کے واسطے کیا فیصلہ تیار کر رکھا ہے۔ وہ شائد اس بات کو بھی بھولے ہوئے ہیں۔ کہ آجکل مہذب سے مہذب عیسائی سلطنت کا بھی یہ فیصلہ ہے۔ کہ بالفاظ لارڈ چمسفورڈ ”دشمن کے اہم دفاعی مقامات کے خلاف چُستی کے ساتھ جارحانہ کاروائی کرنا بہترین دفاع ہے۔“

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عیسائی مصنفین کی کوششیں یہیں تک ختم نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہ اسلام کو مقابل پر رکھکر یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ صرف عیسائیت ہی ایک وہ مذہب ہے۔ کہ جو عالمگیر محبت و اخوت سکھاتا۔ اور اسے قائم کرتا ہے۔ مگر تعجب کا مقام ہے۔ کہ ایک ایسا معلم کہ جو دنیا میں ”امن“ کی جگہ ”آگ اور تلوار“ لایا۔ جسکی بڑی اغراض میں سے ایک یہ غرض تھی۔ کہ وہ بجائے جوڑنے اور ملانے کے الگ کرے۔ جس نے اپنے حواریوں سے یہ کہا۔ کہ اپنی چیزیں فروخت کرکے تلواریں مہیا کریں۔ اور جس کی آمد ثانی نے تمام اقوام کے لئے ایک ماتم ہونا تھا۔ کس طرح امن اور آشتی کا رسول کہلا سکتا ہے؟ ہماری عقل ایسے شخص کی تعلیم کے متعلق امن و آشتی کے الفاظ کے استعمال کو ان مقدس الفاظ کے واسطے موجب ہتک سمجھتی ہے

در اصل حق یہ ہے۔ کہ حضرت یسوع نے اپنے بچپن و جوانی میں ضرور اپنی

قوم کے خیالات و جذبات سے ایک گہرا اثر قبول کیا ہوگا جسے اپنی گذشتہ تاریخ کے روشن اور چمک دار صفحے ہر آن رومی سلطنت کے خلاف اُکساتے اور اس بیرونی جوئے سے آزاد ہونے کی تحریک کرتے رہتے تھے۔ اور یہ بات ثابت ہے۔ کہ مسیحؑ کی بعثت سے پہلے یہود میں نہایت شدّت کے ساتھ کسی ایسے شخص کا انتظار تھا۔ کہ جو ان کو غیر حکومت سے آزاد کرکے پھر تخت شاہی پر متمکن کردے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ بھی نہایت واضح الفاظ میں موسوی شریعت کے ساتھ اپنا تعلق بیان کرتے ہیں۔ اور صاف فرماتے ہیں۔ کہ یہ مت خیال کرو کہ مَیں منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ نہیں۔ بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ تحقیق میں تم سے کہتا ہوں کہ جب تک آسمان و زمین قائم ہیں۔ توراۃ کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہوگا۔ حتّٰی کہ سب کچھ پورا ہو جاوے" درحقیقت مذہبی دنیا میں یہودیت سے الگ ہوکر عیسائیت کی کوئی بھی تاریخ نہیں۔ اور ان دونو کی علیحدگی ناممکنات میں سے ہے۔ عیسائیت یہودی درخت کی ایک شاخ ہے۔ جو اپنی تمام خوراک اس بڑے درخت کی جڑ سے لیتی ہے۔ اور یہ ایک ایسی بیّن حقیقت ہے کہ خود عیسائی محققین بھی اس کے مقر ہیں۔ پس انصاف یہ ہے۔ کہ جب یہودا کے پجاریوں کی اخلاقی اور مذہبی فتوحات اور کمالات میں سے عیسائیت حصہ بٹانے کی مدعی بنتی ہے۔ تو ان الزامات اور رسوائیوں میں سے بھی اسے حصہ لینا پڑیگا۔ جو انکے ساتھ وابستہ ہیں۔ جب ورثہ تقسیم ہوگا تو اچھی جائداد میں سے اچھی جائیگی۔ اور بُری میں سے بُری۔ کیونکہ یہی انصاف ہے۔ پس ہمیں ان خونی اور خطرناک نظاروں کو بھی نہ بھلانا چاہئے جو کہ ارض موعودہ کے راستے میں حضرت موسیٰؑ اور یوشع کی افواج نے پیش کیئے۔ بقول توراۃ ہر قسم کے مظالم یعنی بچوں اور عورتوں کا قتل جوان اور بوڑھوں کا تہ تیغ کرنا۔ حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کر دینا۔ کتخدا لڑکیوں کی

بے حرمتی۔ مُردوں کی بے عزتی۔ غرض جو جی میں آیا۔ اس خدائی فوج نے کیا۔ پھر حضرت داؤد کی خطرناک جنگیں بھی اسی سین کا حصہ ہیں جنہوں نے لوگوں کو آروں سے چِروایا۔ اور کلہاڑیوں سے ٹکڑے ٹکڑے کروایا۔ اور اینٹوں کے دہکتے ہوئے پژاووں میں سے گذرا۔ ابن داؤد اپنے جد امجد کے کارناموں پر طبعاً فخر کر سکتا ہے۔ اور درحقیقت یہ اس کے فخر کا ہی اظہار ہے۔ جب وہ کہتا ہے۔ کہ میں تم سے کہتا ہوں۔ بعض تم میں سے یہاں کھڑے ہیں۔ جو موت کا مزہ نہیں چکھینگے۔ جب تک وہ ابن آدم کو اپنے جلال و سلطنت میں نہ آتا دیکھ لیں ؂

عیسائی مصنفین ان مظالم کا بڑے شوق و فخر سے ذکر کیا کرتے ہیں۔ کہ جو نیرو اور بعض دوسرے غیر عیسائی ظالم بادشاہوں کے ہاتھ سے عیسائیوں کو برداشت کرنے پڑے۔ لیکن ہمارے خیال میں ان مظالم کا برداشت کرنا حضرت مسیح ؑ کی اخلاقی اور روحانی تعلیم کی خوبی کو ظاہر نہیں کرتا۔ بلکہ اس سے صرف یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ابتدائی عیسائی لوگ اتنے کمزور تھے۔ کہ ان مظالم کے مقابلہ کی تاب نہ رکھتے تھے۔ انہوں نے بے شک تلوار نہیں اُٹھائی۔ جس کی وجہ یہ نہیں۔ کہ وہ تلوار اُٹھانا نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ اُٹھا نہیں سکتے تھے۔ جب شیر زنجیروں میں جکڑا ہوا پنجرے کے اندر بند سرکس میں لایا جاتا ہے۔ تو وہ لوگوں کے سامنے جُھکتا اور انہیں سلام کرتا ہے مگر وہ اس وقت بھی شیر ہی ہوتا ہے۔ اور شیروں کے سے ہی تیز اس کے ناخن اور دانت ہوتے ہیں۔ یہی حال ابتدائی مسیحیوں کا تھا۔ مسیحی شہداء نے بے شک تکالیف اُٹھائیں۔ مگر اس کی صرف یہ وجہ تھی۔ کہ ان کے واسطے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ یہ بات یونہی بلا ثبوت نہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جونہی کہ مسیحی اقوام نے پلٹا کھایا۔ اور انہیں سلطنت نصیب ہوئی۔

تو ساتھ ہی یہ تمام صورت بھی معاً بدل گئی۔ بادشاہ سے لیکر غریب تک اور بڑے پادری سے لیکر چھوٹے پادری تک سب کی متفقہ یہ کوشش شروع ہوئی کہ تلوار کے زور سے عیسائیت کو منوایا جاوے (ملاحظہ ہو ملمین ہسٹری آف لیٹن کرسچینیٹی) تاریخ میں اس بات کا بیّن ثبوت ملتا ہے۔ کہ تیسری صدی عیسوی سے لیکر اس زمانہ تک عیسائیت کو بروز پھیلانے کے واسطے جنگیں ہوئی ہیں مہمیں بھیجی گئی ہیں نئے ملک دریافت کیئے گئے ہیں۔ اور آپس میں عیسائیوں کے قول و اقرار اور معاہدے ہوئے ہیں (ملاحظہ ہو تاریخ گبن) غرض طاقت پکڑنے کے بعد کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا گیا۔ ایشیا یورپ امریکہ افریقہ سبھی ممالک میں یہ مہیب اور دردناک نظارے دیکھنے میں آئے ہیں۔ کہ صلیب کی فتوحانہ مارچ میں اگر کوئی چیز روک ہوئی ہے تو وہ مسمار کر کے زمین کے ساتھ ملا دی گئی ہے خواہ وہ مسجد ہو یا مندر ہو یا یہود کا معبد خانہ ہو ٭

سب سے پہلے جو قوم پہلوانان صلیب کی ضربیں کھا کر خاک میں ملی قدیم مغربی بُت پرست اقوام تھیں۔ جونہی کہ شہنشاہ قسطنطین نے عیسائی مذہب اختیار کیا روم کے قدیم مذہب کو نیست و نابود کر دینے کی تجاویز شروع ہو گئیں۔ بُت پرستوں کے خلاف ظالمانہ قوانین پاس کیئے گئے اور ان کے جان و مال و آبرو غیر محفوظ کر دیئے گئے۔ ان کی قدیم رسومات اور مذہبی امور جبراً روک دیئے گئے۔ اور خاص قوانین بنائے گئے جن کی رو سے قدیم بُت پرستی کی رسومات اور قربانیوں کو جرم قرار دیا گیا۔ اور اس جرم کی سزا جائداد کی ضبطی رکھی گئی۔ قدیم مندروں کی جائداد پر قبضہ کر کے کلیسیا کے حوالہ کر دی گئی۔ اور مندروں کو مسمار کر کے ان کی جگہ گرجے تیار ہونے شروع ہوئے۔ آخر ان مصیبت زدہ لوگوں نے تنگ آکر مقابلہ کا ارادہ کیا لیکن

فوراً سلطنت کی طرف سے عیسائی افواج میدان میں پہنچ گئیں۔ اور قریباً بیس ہزار بُت پرست تہ تیغ کر دیئے گئے۔ اور قریباً قریباً یہی تعداد قیدیوں کی تھی۔ مؤرخین نے ان جانوں کا جو متفرق اوقات میں متفرق طریق پر اس زمانہ میں تلف ہوئیں ایک لاکھ کا اندازہ لگایا ہے (ملاحظہ ہو تاریخ گبن و تاریخ روما مصنفہ بری اور تاریخ کیمبرج وغیرہ) اور عیسائیوں کے مظالم کی صرف یہی ایک مثال نہیں۔ بلکہ قریباً جس جس جگہ اوائل میں عیسائیت نے زور پکڑا۔ غیر مذاہب والوں کی یہی گت بنی۔ اور تلوار کے زور سے عیسائیت کو پھیلایا گیا۔ اور یہ سب کچھ "امن کے شاہزادہ" کے مخلص پجاریوں کی طرف سے ہوا۔

چارلیمین جو ایک مشہور بادشاہ گذرا ہے۔ اس کی بیشتر حصہ شہرت ایسے ہی کارناموں کی بنا پر ہے۔ وہ اپنے مخالف خیالات کو تلوار کے زور سے مٹانا چاہتا تھا۔ ایک موقعہ پر اس نے چار ہزار سیکسن جنگجو باوجود اس کے کہ انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ قید کر کے قتل کروا دیئے۔ بلگیریا میں جب اس کا پہلا بادشاہ عیسائی ہوا تو اس نے اپنے ملک کے تمام اُمراء اور نوابوں کو جنہوں نے عیسائیت کو قبول کرنے سے انکار کیا تلوار کی گھاٹ اُتار دیا۔ اور عورت مرد بوڑھے بچے میں کوئی تمیز نہیں رکھی۔ خود عیسائی مؤرخین مقر ہیں کہ بچے اور عورتیں بھی دوسروں کی طرف نہایت ظالمانہ طور پر جان سے مارے گئے۔ یونان میں سکندریہ کے عیسائی درویشوں نے ملکر کس بے دردی اور وحشیانہ طریق پر قدیم یونان کی جائے فخر "ہائی پیٹیا" پر حملہ کیا۔ اور اس کے کپڑے نوچ لئے۔ اور پھر اس کا ایک ایک عضو کاٹکر اس کو آہستہ آہستہ مارا! یہ ظلم انسان کے ساتھ تھا۔ مگر یہ اپنے علوم سے بھی کسی کم دشمنی کا اظہار نہیں ہوا۔ عیسائیوں کے ہاتھ سے سکندریہ کے مشہور کتب خانہ کی تباہی ایک مشہور واقعہ ہے۔ جس کی تفصیل کی شائد

ضرورت نہ ہو (ملاحظہ ہو تاریخ گبن)

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے۔ روما کے بُت پرست سب سے پہلے لوگ تھے جو صلیب کے حملوں کے سامنے آئے۔ ان کے بعد اور بھی کئی اقوام و مذاہب تھے جن کو عیسائیت کی طرف سے خونی نظارے دیکھنے پڑے۔ مثلاً یہودی کو لے لو۔ اس بدقسمت قوم کی یورپ میں ساری تاریخ مظالم و مصائب کا ایک مسلسل مجموعہ ہے۔ اس بہانہ کی آڑ میں کہ ہم ان کی روحوں کو بچاتے ہیں عیسائیوں نے کئی دفعہ ان لوگوں کو جبراً عیسائی کیا۔ اور زمانہ وسطیٰ کے عیسائی پادریوں اور عیسائی کونسلوں نے اس فعل کو جائز اور منصفانہ قرار دیا (تاریخ کیمبرج) سپین میں ایک دفعہ یہ قانون پاس کیا گیا۔ کہ تمام یہود کو غلام بنا لیا جاوے۔ اور ان کی تمام جائداد کو ضبط کر لیا جاوے۔ ایک اور کونسل نے ان کے متعلق یہ فیصلہ کیا۔ کہ ان کو جبراً عیسائی کر لیا جاوے۔ اور جو انکار کریں۔ اس کے مال و متاع پر قبضہ کر کے اس کو ملک سے نکال دیا جاوے۔ چنانچہ تمام رومی صوبجات میں ہرقل کے ماتحت یہود مویشیوں کی طرح ہنکا کر گرجے میں داخل کر دیئے گئے۔ اس لئے ہمیں یہ سُنکر تعجب نہ کرنا چاہیئے۔ کہ جب اسلامی جرنیل طارق سپین میں فاتحانہ طور پر داخل ہوا۔ تو وہاں کے یہود نے ایک نجات دہندہ کے طور پر اس کا خیر مقدم کیا۔ اور جب تک وہاں اسلامی سلطنت رہی یہود نے اسلامی حکومت کی ہر طرح تائید اور مدد کی۔ اس موقعہ پر کوئی شخص یہ عذر نہیں پیش کر سکتا۔ کہ یہ اسوقت کی باتیں ہیں جب یورپ میں تعلیم نہیں تھی۔ اور نئی روشنی کا ظہور نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یورپ کی مذہبی اصلاح اور نئی روشنی اور علوم کے نکلنے اور پھیل جانے کے بعد تک بھی یہود کو عام انسانوں کے سے حقوق کے ناقابل سمجھا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ مہذب فرانس نے اپنے محافظانہ بازوؤں کے نیچے بسنے والے یہود کو

اٹھارھویں صدی کے آخر تک عام رعایا کے سے حقوق نہیں دیئے۔ (ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا)۔ جرمنی جو لیوتھر کی نئی اصلاح اور روشنی کا گھر تھا۔ اس نے اس سے بھی زیادہ وقت لیا۔ اور ۱۸۷۱ء میں آکر یہود کے حقوق کی طرف توجہ کی۔ انگلستان جو آزادی کا حامی کہلاتا ہے۔ اس میں بھی یہود کے ساتھ کوئی بہتر سلوک نہیں ہوا۔ یورپ کے دوسرے ممالک میں مظالم سے تنگ آکر اور شکار کے جانور کی طرح بے دردانہ تعاقب کیئے جانے کے بعد جب یہود نے براعظم یورپ کے ممالک سے نکلکر انگلستان میں پناہ لینی چاہی۔ تو ان کو شروع میں جگہ تو دی گئی۔ لیکن کیوں؟ ناظرین سُن کر حیران ہونگے۔ اسواسطے جگہ دیگئی کہ ان کی جیبیں سونے سے پُر تھیں۔ چنانچہ جب کہ وہ انگلستان میں آباد ہو لیئے۔ تو ان کو معلوم ہوا۔ کہ وہ مقابلۃً چھوٹی مصیبت سے نکلکر بڑی مصیبت میں آپھنسے ہیں۔ رعایا اور بادشاہوں دونو کی طرف سے ان کے کیسوں پر نظر پڑنی شروع ہوئی۔ اور آہستہ آہستہ ان کی نقدی ان کے کمزور ہاتھوں سے نکلنے لگی۔ بالآخر نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ ان پر ناراض ہو کر انکو تیرھویں صدی میں ملک سے نکالدیا گیا۔ ساڑھے تین سو سال کے بعد انہیں پھر ملک میں داخل ہونے کی اجازت ملی۔ لیکن اب بھی ان کو وہ حقوق حاصل نہ تھے جو دوسری رعایا کو تھے۔ ان کی حالت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب اس واقعہ کے ایک سو سال بعد ایک نیک دل انگریز نے ملک میں تحریک کی۔ کہ یہود کو دوسری رعایا کی طرح حقوق دیئے جاویں۔ تو سارا ملک اس کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا۔ خیر یہ تو کچھ دُور کی بات ہے۔ لُطف یہ ہے کہ ۱۸۳۲ء تک انگلستان میں یہ قاعدہ تھا۔ کہ کوئی یہودی لنڈن کے اندر دوکان نہیں کھول سکتا ہ

رُوس میں یہود کا جو حال تھا۔ اس کے متعلق کچھ نہ کہا جائے۔ تو

بہتر ہے۔ آرمینیا کے عیسائیوں کے خلاف مسلمانوں کے وہمی مظالم ان حقیقی مظالم کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے جو زار کی حکومت میں بیچاریان صلیب کی طرف سے یہود پر ہوئے ؂

اب ناظرین خود سوچ لیں۔ کہ صلیب کہاں تک نرمی و محبّت کا نشان قرار پاسکتی ہے ؂

احمدیّت کا رویّہ مسیحیّت کے ساتھ

(انگریزی سے ترجمہ کیا گیا)

ہمارے ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ گذشتہ سال انگریزی میں احمدیہ سلسلہ کے متعلق ایک کتاب شائع ہوئی تھی جس کا نام "احمدیہ موومنٹ" ہے۔ اس کتاب کا مصنّف مسٹر والسٹر جو ایک دفعہ قادیان بھی آیا تھا۔ پیشتر اس کے کہ کتاب شائع ہو۔ اس جہان سے گذر گیا۔ اس کتاب کے متعلق تو فی الحال ہم کچھ نہیں کہتے۔ مگر اس پر عیسائیوں کے مشہور رسالہ "مسلم ورلڈ" میں ایک صاحب مسٹر گارڈنر کی طرف سے ریویو نکلا ہے۔ جس میں مسٹر گارڈنر نے یہ ثابت اور ظاہر کرنا چاہا ہے۔ کہ چونکہ احمدی جماعت عیسائیت کے بنیادی اصولوں کو سچّا نہیں جانتی۔ اس لئے یہ لوگ عیسائیت کے سخت ترین دشمن ہیں۔ چنانچہ صفحہ ۱۶ پر وہ لکھتا ہے:۔

"سلسلہ احمدیہ در اصل اسلام میں ایک نیا سلسلہ شروع ہوا ہے جو کئی طرح اور کئی پہلوؤں سے عیسائیت کے سخت مخالف اور اس کا دشمن ہے۔ خصوصاً عیسائی عقیدہ موت مسیحؑ پھر بعث مسیحؑ۔ اور پھر رفع مسیحؑ کے متعلق"

اگر عیسائیت کے ان اصولوں کو سچا نہ جاننے کے یہ معنی ہیں۔ کہ یہ عقیدہ رکھنے والا عیسائیت کا دشمن ہے۔ تو یقیناً فی زمانہ امریکہ اور یورپ کی آبادی کے کثیر حصہ کو بھی عیسائیت کا سخت ترین دشمن ماننا پڑیگا۔ کیونکہ اس زمانہ میں امریکہ اور یورپ کے اکثر لوگ ان عقائد سے متنفر ہیں۔ اور ان کو سچا نہیں جانتے۔ چنانچہ عیسائی کہلانے والوں بلکہ بڑے بڑے عیسائی پادریوں کی تحریرات سے مندرجہ ذیل چند اقتباسات ہمارے اس دعویٰ پر روشنی ڈالتے ہیں :-

"آجکل روحانی امور سے لوگوں کو سخت نفرت اور علیحدگی ہے۔ عوام مذہب کے دشمن تو نہیں کہے جا سکتے۔ کیونکہ دشمن ہونے یا نہ ہونے کے متعلق انہیں کوئی خیال یا توجہ ہی نہیں ہے۔ ہاں ان کا یہ حال ضرور ہو رہا ہے۔ کہ وہ مذہب کی طرف سے غفلت کی حالت میں گذر جاتے ہیں۔ اتواروں کو چرچوں اور گرجوں کو جا کر دیکھو۔ وہاں کے خالی بنچ ہڈیوں کے ایک پنجر کی طرح نظر آتے ہیں۔ جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ روحانیت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اور یہ صرف گرجوں کے اندر کی عبادت کا حال نہیں۔ بلکہ عام طور پر مردوں اور عورتوں نے بائیبل کا مطالعہ بالکل ہی چھوڑ دیا ہے۔ وہ نئی روشنی کے 'اعلیٰ اصول تنقید' سے تو شائد واقف نہ ہوں۔ لیکن عام رسالوں اور اخباروں سے انہوں نے اتنا ضرور اثر قبول کیا ہے۔ کہ بائیبل کے بیان کردہ قصہ جات بالکل لفظی طور پر صحیح اور درست نہیں۔ اور جب ایک دفعہ وہ اس عقیدہ سے آزاد ہوئے کہ بائیبل لفظی الہام نہیں۔ تو وہ پھر اب بائیبل کی کوئی حقیقت ہی نہیں سمجھتے۔ اکثر لوگ نماز و دعا سے بے بہرہ ہیں۔ اور سوائے کسی خاص موقع اور خاص مجبوری کے انکے قریب نہیں آتے۔ یقیناً گھروں میں تمام خاندان کا مل کر دعا کرنا اب بہت ہی

شاذونادر ہوگیا ہے۔" (بشپ آف ہل)

بشپ آف برمنگھم کی طرف یہ قول منسوب کیا جاتا ہے کہ:۔

"قریباً تیس سال کا عرصہ گذرا ہے۔ کہ مسائل تثلیث۔ دوزخ اور جنت کفارہ اور جزا سزا۔ بعث بعد الموت اور حیات ابدی بعد الموت لوگوں کے دین و مذہب کا حصہ تھے۔ اب یہ بات مفقود ہے۔ مجھے واقعی شک ہے کہ کیا ملک میں نصف لوگ بھی ایسے ہیں۔ کہ جو مسیحؑ کی خدائی یا واقعہ صلیب کے بعد تیسرے دن اسکے اٹھ کھڑا ہونے پر ایمان لاتے ہوں۔"

ایک اور معروف عیسائی مسٹر ہیڈیوک لکھتا ہے:۔

"یہ سوال کہ کیا اب ہمارا کوئی بھی ایمان ہے۔ اپنا جواب آپ دے رہا ہے۔ بیسویں صدی میں صرف اس سوال کا پوچھنا ہی یہ معنی رکھتا ہے۔ کہ اس کا جواب ایک واضح اور صاف نفی میں ہے۔"

پھر یہی شخص ایک اور موقعہ پر کہتا ہے:۔

"مسیحی کلیسیا کی چمکدار کرنیں "پہاڑی وعظ" کے بالکل متضاد اثر ڈال رہی ہیں۔ اب یہ لوگ غریب رہنا پسند نہیں کرتے۔ اب یہ منکسر المزاج نہیں ہیں۔ اب یہ ایک گال پر تھپیڑ کھا کر دوسری گال اپنے دشمن کی طرف نہیں پھیرتے۔ اس لئے اب یہ ہرگز مومن نہیں۔"

چونکہ نہ عیسائی عقائد قابل قبول ہیں۔ اور نہ مسیحیت کی اخلاقی تعلیم قابل عملدرآمد اس لئے مسیحیوں کی یہ کوشش کہ مسیحیت کو دنیا کی سیاسی تمدنی اور تجارتی زندگی میں داخل کیا جاوے۔ بقول ایک عیسائی مصنف کے ایک "سخت ناکام کوشش" ثابت ہوئی ہے۔ یہی حال بائیبل کا ہے۔ الہام الٰہی کے طور پر وہ اپنی عمر گذار چکی ہے۔ اور پیچھے صرف قصے وغیرہ ہی رہ گئے ہیں۔ علوم سائنس کی ترقی نے بائیبل کو ایسی ضرب لگائی ہے۔ کہ اب

اس کے پاؤں تزلزل میں ہیں۔ کلیسیا نے آنے والے واقعات کو دیکھ لیا تھا۔ اور اس لئے سائینس اور علوم کے پھیلنے کے راستہ میں روک ڈالنے کے لئے کلیسیا کی طرف سے جان توڑ کوششیں ہوئیں۔ لیکن یہ کوششیں بارور نہیں ہوئیں۔ اور کلیسیا پر علوم سائینس کو ایسی عظیم الشان فتح نصیب ہوئی ہے۔ کہ اب کلیسیا اپنی شرم کو چھپانے کے واسطے یہ کہہ رہا ہے کہ سائینس تو ہماری مددگار اور مؤید ہے۔ اور مسیحی واعظ اور پادری خود ان عقائد اور دلائل کی تلقین کرتے پھرتے ہیں۔ کہ جو نئی روشنی کے نقادین نے بائیبل کی تردید اور اس کے غیر معتبر ہونیکے ثبوت میں پیش کئے ہیں۔ اب اگر مسیحیت پر خود مسیحیوں کے ایمان کا یہ حال ہے۔ تو یہ امر واقعی تعجب انگیز ہے۔ کہ مسلمان جنہوں نے کبھی بھی عیسائی خیالات کی تائید نہیں کی۔ اس بات کی وجہ سے زیر الزام لائے جاویں۔ کہ وہ اب مسیحی عقائد کے مخالف ہیں۔ مسلمانوں کا شروع سے یہی عقیدہ رہا ہے۔ کہ مسیح خدا کا ایک برگزیدہ بشر رسول تھا اور اب بھی ان کا یہی ایمان ہے۔ مسیحیوں کی طرح مسلمانوں نے مسیحؑ کو خدا کبھی بھی تسلیم نہیں کیا۔ لیکن ہاں یہ درست ہے کہ عملاً جو رتبہ مسیحی اپنے خدا کو دیتے ہیں۔ اس سے بڑھکر مسلمان انسان رسول کو دیتے ہیں۔ پس جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ مسیحؑ ایک بشر رسول تھا تو اس سے ہم ہرگز مسیحؑ کی کوئی ہتک مراد نہیں لیتے۔ بلکہ اسمیں واقعی اور حقیقی طور پر اسکی عزت سمجھتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے اسے اپنے لئے جائے ادب و احترام جانتے ہیں۔ مسیحیوں کے واسطے شائد ہمارے اس خیال کا سمجھنا دشوار ہو۔ اسلئے ہم بجائے انپر خفا ہونیکے انکو قابل رحم سمجھتے اور انکے واسطے دعا کرتے ہیں۔ کہ خدا کرے کہ وہ یہ سمجھیں کہ انسانی قلب یقیناً اس قابل ہے کہ وہ خدائے لایزال و لم یزل کا تخت گاہ بن سکے۔ اور اس بات کیلئے ہرگز کسی خدائی کی ضرورت نہیں۔

ہمارا آقا صلے اللہ علیہ وسلم

(گذشتہ سے پیوستہ)

اسلامی قانون ورثہ

گذشتہ نمبر میں ہم نے جنگ اُحد کے مفصل حالات تحریر کیئے تھے۔ اور اس ضمن میں سعد بن الربیع رضؓ کی شہادت کا حال بھی بیان کیا تھا۔ سعدؓ ایک متمول آدمی تھے۔ اور اپنے قبیلہ میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کا سارا مال ان کے بھائی نے لے لیا۔ کیونکہ ورثہ کے متعلق ابھی تک آنحضرت صلعم پر کوئی جدید احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ اور صحابہؓ میں بھی قدیم دستور عرب کے مطابق ورثہ تقسیم ہوتا تھا۔ یعنی متوفی کی نرینہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں اسکے دوسرے قریبی رشتہ دار مال پر قابض ہو جاتے تھے۔ اور اس کی بیوی اور لڑکیاں یونہی خالی ہاتھ رہ جاتی تھیں۔ جنگ اُحد کے بعد جب سعد بن الربیع رضؓ کے بھائی نے ان کے سارے ترکہ پر قبضہ کر لیا تو سعدؓ کی بیوہ نے آنحضرت اور چند صحابہؓ کی دعوت کی۔ اور انہیں اپنے مکان پر بلایا۔ اور کھانا کھلانے کے بعد آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سعد کے بھائی نے اس کے سارے ترکہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور سعد کی دو لڑکیاں یونہی رہ گئی ہیں۔ اور اپنی تنگی معیشت کا اظہار کیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ میرے اوپر ابھی تک اس کے متعلق کوئی احکام نہیں نازل ہوئے۔ اس لئے فی الحال میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہاں میں خدا تعالیٰ کے حضور اس امر کے متعلق دعا کرونگا۔ اگر کوئی احکام اس کی طرف سے نازل ہوئے تو اسکے بعد میں کچھ فیصلہ کر سکونگا۔ چند ایام

کے بعد آنحضرت صلعم پر الہام الٰہی کے ذریعہ ورثہ کے متعلق احکام نازل ہوئے تو آپؐ نے سعدؓ کی بیوی اور بھائی کو بلوایا۔ اور سعدؓ کے بھائی سے فرمایا کہ سعد کے ترکہ سے دو ثلث ⅔ سعد کی لڑکیوں کے حوالہ کردو۔ اور ایک ثمن ⅛ اس کی بیوہ کو دیدو۔ اور باقی خود لے لو۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ اور اسوقت سے تقسیم ورثہ کے جدید احکام مسلمانوں میں جاری ہوگئے؎

یہ اسلام کی امتیازی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے۔ کہ اس نے عورتوں کے تمام جائز حقوق کی پوری پوری نگہداشت کی ہے۔ چنانچہ ورثہ کے معاملہ میں بھی صرف اسلام نے ہی عورتوں کا حق تسلیم کیا ہے۔ اور باقی تمام مذاہب کیا مسیحیت۔ اور کیا ہندو مت اور کیا دوسرے مذاہب کسی نے بھی عورتوں کے اس جائز حق کی نگہداشت نہیں کی؎

بنو اسد کی شرارت اور سریہ ابو سلمہؓ

محرم ۴ھ

جنگ اُحد میں مسلمانوں کو زک پہنچی تو اس کے بعد نہ صرف یہ کہ قریش مکہ کی گرمی ہوئی ہمتیں پھر بلند ہوگئیں۔ بلکہ دیگر قبائل عرب نے بھی بڑی جرأت اور دلیری کے ساتھ سر اُٹھانا شروع کیا۔ چنانچہ ابھی جنگ اُحد پر تین ماہ کا عرصہ بھی نہ گذرا تھا۔ اور مسلمان ابھی اپنے زخموں کے علاج سے بھی پوری طرح فارغ نہ ہوئے تھے۔ کہ اچانک آنحضرت صلعم کو مدینہ میں یہ خبر پہنچی کہ قبیلہ اسد کے لوگ طلیحہ بن خویلد اور سلمہ بن خویلد کے ماتحت ایک لشکر کی صورت میں جمع ہو رہے ہیں۔ اور مدینہ پر حملہ آور ہونے کی تیاری کی جارہی ہے۔ یہ طلیحہ وہی ہے۔ جو بعد میں مسلمان ہوگیا۔ لیکن آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد پھر مرتد ہوگیا۔ اور نبوت کا مدعی ہوا۔ آنحضرت صلعم کو جب یہ خبر پہنچی۔ تو آپؐ نے ڈیڑھ سو مہاجرین اور انصار کا ایک لشکر تیار کیا۔ اور اس پر ابو سلمہؓ بن عبداللہ بن عبدالاسد کو افسر مقرر کرکے

روانہ کیا۔ جب مسلمانوں کا لشکر مقام قطن (جو فید کے پاس کوفہ اور مکہ کے درمیانی راستہ پر بنو اسد کا ایک چشمہ تھا) کے قریب پہنچا جہاں یہ لوگ جمع ہو رہے تھے تو کفار منتشر ہو گئے۔ اور جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ اور مسلمان دس دن کی غیر حاضری کے بعد کچھ غنیمت کا مال لیکر واپس مدینہ آ گئے ؎

ابو سلمہؓ جو اس سریہ میں مسلمانوں کے امیر لشکر تھے۔ آنحضرت صلعم کے قریبی اور رضاعی بھائی تھے۔ اور ممتاز صحابہؓ میں سے تھے۔ انہیں جنگ اُحد میں بازو پر ایک زخم پہنچا تھا۔ جو اب بہت حد تک مندمل ہو چکا تھا۔ لیکن اس سریہ میں یہ زخم پھر کھل گیا۔ اور پھر باوجود علاج معالجہ کے اس کے اندمال کی صورت نہ بنی۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ کے بعد اسی زخم سے ابو سلمہؓ نے وفات پائی۔ ان کی زوجہ ام سلمہؓ بعد میں آنحضرت صلعم کے عقد میں آئیں۔ جس کا ذکر اپنے موقعہ پر آئیگا ؎

بنو لحیان کی شرارت اور قتل سفیان بن خالد محرم سنہ ۴ ھ

انہی ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی۔ کہ بنو لحیان جو قبائل ہذیل کی ایک شاخ تھے اپنے سردار سفیان بن خالد کی تحریک اور انگیخت پر ایک بڑے لشکر کی صورت میں مکہ کے قریب مقام عرنہ میں جمع ہو رہے ہیں۔ آنحضرت صلعم نہایت موقع شناس اور مختلف قبائل عرب اور ان کے سربرآوردہ لوگوں کی حالت سے خوب واقف تھے۔ چنانچہ اس موقعہ پر آپؐ نے پسند فرمایا۔ کہ بجائے اسکے کہ ایک لشکر تیار کر کے بنو لحیان کے جنگ کے لئے روانہ کیا جاوے۔ اور مسلمانوں کی جماعت کو خواہ مخواہ تکلیف اور پریشانی ہو۔ کوئی ایک آدمی چلا جاوے۔ اور سفیان بن خالد کو موقعہ پاکر قتل کر دے۔ کیونکہ آپ خوب سمجھتے تھے۔ کہ سفیان اس تمام شرارت کی جڑ ہے۔ اور نیز یہ کہ اگر وہ

قتل ہو گیا۔ تو پھر اس قبیلہ میں ایسا صاحبِ اثر اور کوئی نہیں جو اسکی جنگ لے سکے۔ چنانچہ آپؐ نے عبداللہؓ بن انیس انصاری کو روانہ فرمایا اور انہوں نے موقعہ پاکر سفیان بن خالد کو قتل کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں واقعی بنولحیان کی ساری تیاری اور شرارت خاک میں مل گئی۔ جب عبداللہ سفیان کے قتل کی خبر لیکر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپؐ نے دیکھتے ہی فرمایا افلح الوجہ "یہ چہرہ کامیاب معلوم ہوتا ہے" عبداللہؓ نے عرض کیا افلح وجھك یارسول اللہ "یارسول اللہ سب کامیابی آپ ہی کے چہرہ کی ہے" آنحضرت صلعم نے اپنے ہاتھ کا عصا عبداللہؓ کو انعام میں عطا فرمایا۔ اور فرمایا "لے اسکے ساتھ تُو جنت میں ٹیک لگائیگا اور تحقیق جان کہ جنت میں ٹیک لگانے والے بہت کم ہونگے" عبداللہؓ نے ساری عمر یہ مبارک عصا حفاظت کے ساتھ اپنے پاس رکھا اور مرتے ہوئے وصیت کی کہ یہ عصا ان کے ساتھ دفن کیا جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ؛

واقعہ رجیع صفر سنہ ۴ھ

ان دنوں آنحضرت صلعم کو سب طرف سے متوحش خبریں آرہی تھیں۔ لیکن سب سے زیادہ خطرہ آپؐ کو قریش مکہ کی طرف سے تھا۔ جو جنگ اُحد کی وجہ سے بہت دلیر اور شوخ ہو گئے تھے۔ اسلئے آنحضرت صلعم نے ان کی حرکات وسکنات کا علم رکھنے کے لئے ایک خبر رسان جماعت تیار کی تاکہ وہ مکہ کے آس پاس رہکر آنحضرت صلعم کو قریش کے حالات سے مطلع کرتی رہے۔ لیکن ابھی یہ جماعت روانہ نہ ہونے پائی تھی۔ کہ قبائل عضل اور قارۃ کے چند لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلہ میں بہت لوگ اسلام کی طرف مائل ہیں۔ آپ چند آدمی ہماری ساتھ

روانہ فرمادیں جو ہم لوگوں کو دین اسلام سکھائیں۔ اور ہمیں مسلمان بنائیں آنحضرت صلعم خوش ہوئے۔ اور وہی جماعت جو خبر رسانی کے لئے تیار کی تھی ان کے ساتھ روانہ کردی۔ لیکن دراصل یہ عضل اور قارۃ کی شرارت تھی اور وہ بنو لحیان کی انگیخت پر آئے تھے تاکہ چند مسلمانوں کو دھوکے سے اپنے ساتھ مدینہ سے باہر نکال لائیں تا بنو لحیان اپنے سردار سفیان بن خالد (جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے) کے قتل کا بدلہ اُتار سکیں۔ آنحضرت صلعم نے جو جماعت تیار کی تھی اس کی تعداد دس تھی۔ اور آپؐ نے عاصمؓ بن ثابت کو ان کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ جب یہ لوگ بنو لحیان کی جگہ کے پاس سے گذرے تو بنو لحیان جن کو عضل اور قارۃ نے اطلاع دیدی تھی یثرب کی کھجوروں کی گٹھلیوں سے نشان لیتے ہوئے دو سو آدمیوں کی جماعت میں ان کے پیچھے پہنچے۔ اور ان کو مقام رجیع میں آپکڑا۔ دس آدمی دو سو آدمیوں کا کیا مقابلہ کرسکتے تھے۔ لیکن تاہم مسلمانوں کی یہ قلیل جماعت ایک پہاڑی کو اپنے عقب میں رکھکر مقابلہ کے واسطے تیار ہوگئی۔ کفار نے ان سے کہا کہ تم نیچے اتر آؤ ہم تمہیں کچھ نہیں کہینگے، لیکن عاصم نے کہا کہ ہم کفار کے قول کا اعتبار نہیں کرتے اور نہ ان کی پناہ میں آتے ہیں۔ اور پھر آسمان کی طرف منہ کرکے کہا اے خدا تو اپنے پیغمبر کو ہماری حالت سے اطلاع دیدے۔ غرض عاصم مع اپنے چند ساتھیوں کے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ مگر تین مسلمان کفار کے قول کا یقین کرکے نیچے اتر آئے۔ ان کے نام خبیبؓ بن عدی انصاری اور زیدؓ بن دثنہ انصاری اور عبد اللہؓ بن طارق تھے۔ جب یہ نیچے اُترے تو کفار نے ان کی مشکیں کس لیں۔ اور عبد اللہ کو کچھ زدوکوب کرکے زخمی بھی کیا۔ اس پر عبد اللہ نے کہا کہ بخدا یہ پہلی بدعہدی ہے، جو تم لوگ کرنے لگے ہو۔ اور یہ کہکر ان سے پیچھا چھڑا کر علیحدہ ہوگئے۔ لیکن

انہوں نے ان کو شہید کر کے گرا دیا۔ باقی دو یعنی خبیب اور زیدؓ کو لیکر یہ لوگ مکّہ کی طرف روانہ ہوئے۔ تاکہ قریش کے پاس ان کو فروخت کریں لیکن روانہ ہونے سے پہلے انہوں نے چاہا کہ عاصمؓ بن ثابت کے بدن کا کوئی حصّہ کاٹکر بھی اپنے ساتھ مکّہ لیتے چلیں۔ اور مکّہ میں ان لوگوں کو دیں۔ جن کے رشتہ داروں کو عاصمؓ نے اُحد اور بدر کے موقعہ پر قتل کیا تھا۔ مگر قدرت خدا کہ جب یہ عاصمؓ کی نعش کے پاس پہنچے تو ان کی نعش پر شہد کی مکھیوں نے گھیرا ڈالا ہوا تھا اور باوجود ان کی کوشش کے وہ وہاں سے منتشر نہ ہوئیں۔ اور انکو نامراد واپس ہونا پڑا۔ روایت آتی ہے۔ کہ عاصمؓ نے مسلمان ہونے کے بعد قسم کھائی تھی کہ کبھی کسی مشرک کے جسم کو مس نہ کرینگے اور نہ کسی مشرک کو مس کرنے دینگے حضرت عمرؓ کو جب شہد کی مکھیوں کے واقعہ کی خبر پہنچی تو فرمایا۔ "اللہ بھی اپنے بندوں کے جذبات کا کتنا لحاظ رکھتا ہے۔ موت کے بعد بھی عاصم کے عہد کو پورا کروایا۔ اور مشرکین کے مس سے اسے محفوظ رکھا"

خبیبؓ اور زیدؓ مکّہ پہنچائے گئے۔ اور خبیبؓ کو بنو الحارث نے خرید لیا۔ کیونکہ خبیبؓ نے جنگ اُحد میں حارث کو قتل کیا تھا۔ اور زیدؓ کو صفوان بن امیہ نے خرید لیا۔ چند روز یہ لوگ قریش کے ہاتھ میں قید رہے ایک دن خبیبؓ نے اپنے استعمال کے واسطے حارث کی لڑکی سے ایک اُسترا عاریۃً لیا۔ اس کی تھوڑی دیر بعد اس کا ایک بچّہ کھیلتا ہوا خبیبؓ کے پاس چلا گیا اور خبیبؓ نے اس کو اپنی ران پر بٹھا لیا۔ اس وقت یہی اُسترہ خبیبؓ کے ہاتھ میں تھا۔ بچے کی ماں نے دیکھا تو کانپ گئی۔ خبیبؓ نے اس کے خوف کو سمجھا اور مسکرا کر کہا "کیا تو ڈرتی ہے کہ میں اس بچّے کو قتل کر دونگا؟ ایسا مت خیال کر کیونکہ ہم لوگ دھوکا نہیں دیا کرتے۔" چند دن کے بعد

خاندان حارث خبیبؓ کو قتل کرنے کے لئے حرم مکّہ سے باہر لے گیا۔ وہاں پہنچکر خبیبؓ نے ان سے کہا۔ کہ مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دو کہ مَیں دو ۲ رکعت نماز پڑھ لوں۔ انہوں نے اجازت دی۔ اور خبیبؓ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ اور پھر ان سے مخاطب ہو کر کہا میرا دل چاہتا تھا کہ نماز کو لمبا کروں۔ لیکن مجھے یہ ڈر ہوا۔ کہ تم لوگ یہ نہ خیال کرو کہ مَیں موت سے ڈر گیا ہوں۔ پھر انہوں نے یہ شعر پڑھے۔ ؎

وما ان ابالی حین اقتل مسلماً ۔۔۔ علی ایّ شق کان للّٰہ مصرعی

جب کہ مَیں اسلام کی راہ میں قتل کیا جا رہا ہوں ۔۔۔ تو مجھے یہ پروا نہیں کہ کس پہلو پر قتل کیا جاؤنگا

وذالک فی ذات الالٰہ وان یشاء ۔۔۔ یبارک علی اوصال شلو ممزع

یہ سب کچھ خدا کے واسطے ہے اور اگر وہ چاہیگا ۔۔۔ تو میرے جسم کے پارہ پارہ ٹکڑوں پر برکت نازل کریگا

اس کے بعد ظالم قریش نے ان کو قتل کر کے ایک درخت کی شاخ پر لٹکا دیا۔ انہی دنوں میں صفوان بن امیہ زیدؓ کو لیکر حرم سے باہر گیا۔ رؤساء قریش کا ایک مجمع ساتھ تھا۔ باہر پہنچکر صفوان نے اپنے غلام نسطاس سے کہا کہ ان کو قتل کرو۔ نسطاس نے آگے بڑھکر تلوار اُٹھائی۔ تو ابوسفیان بن حرب نے جو اس وقت مجمع میں موجود تھا زیدؓ سے کہا "سچ کہنا کیا تمہارا دل نہیں چاہتا کہ اس وقت تمہاری جا بجا محمدؐ ہمارے ہاتھوں میں ہوتا اور تمہاری جگہ ہم اسے قتل کرتے"؟ زیدؓ نے کہا "خدا کی قسم مَیں تو یہ بھی نہیں پسند کرتا کہ میری جان بچے اور اس کے عوض رسول اللہ کے پاؤں میں کانٹا تک چبھے" ابوسفیان بے اختیار بولا "واللہ مَینے کسی شخص کو کسی سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی اصحابِ محمدؐ کو محمدؐ سے ہے" اس کے بعد نسطاس نے زیدؓ کو شہید کیا ‌•

تبلیغی اخبار احمدیہ

دارالامان

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز طبی مشورہ کے ماتحت کچھ عرصہ کے لئے دھرم سالہ پہاڑ پر تشریف لے گئے ہیں۔ امید ہے۔ بخیریت پہنچ چکے ہونگے۔ تاحال اطلاع نہیں موصول ہوئی ؎

ولایت کے مشہور جرنلسٹ مسٹر ہر سول لنڈن کے مضمون "اسلام بمقابلہ تہذیب" کا جواب حضرت اقدس نے اپنی قلم سے تحریر فرمایا ہے جو انگریزی میں بھی ترجمہ ہو کر علیحدہ چھپ گیا ہے۔ اسکو ولایت میں خاص طور سے شائع کیا جائیگا۔ وہاں کے بڑے بڑے آدمیوں۔ اخباروں کے ایڈیٹروں اور پارلیمنٹ کے ممبروں میں اس کو تقسیم کیا جائیگا۔ معاہدہ ترکیہ کا انگریزی ترجمہ بھی علیحدہ ٹریکٹ کی صورت میں شائع ہو گیا ہے ؎

ماہ جون سے ایک کلاس مبلغین کی باقاعدہ طور پر محکمہ تالیف و اشاعت کے ماتحت کھول دی گئی ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل طلباء تعلیم حاصل کرتے ہیں :-

Digitized by Khilafat Library

(۱) حضرت مرزا شریف احمد صاحب

(۲) مولوی جلال الدین صاحب مولوی فاضل

(۳) مولوی غلام احمد صاحب

(۴) مولوی ظہور حسین صاحب "

(۵) مولوی محمد شہزادہ صاحب مولوی فاضل حافظ روشن علی صاحب اس کلاس کے اُستاد مقرر کیئے گئے ہیں۔ دو سال کا کورس ہوگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح کا ارادہ ہے۔ کہ اس کلاس کو بعض ضروری مغربی علوم پر خاص خاص لیکچر دیئے جائیں۔ تاکہ انکے معلومات وسیع ہوں۔ چنانچہ ایک مضمون پر حضرت خود بھی لیکچر دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ احباب ان طلباء کے لئے خاص طور پر دعا فرماویں ؀

نظارت تالیف و اشاعت کے ماتحت ایک نئی شاخ ایجنسی کی قائم کی گئی ہے۔ اس کی غرض یہ ہے۔ کہ تجارت کے ذریعہ سے تمام مشنوں کو سیلف سپورٹنگ بنایا جائے۔ فی الحال اس کا تعلق صرف ولایت سے ہوگا۔ مگر آہستہ آہستہ اس صیغہ کو وسیع کرنے کا ارادہ ہے۔ تاکہ مبلّغوں کے اخراجات تجارت کے ذریعہ سے مہیّا کیئے جاسکیں۔ اور چندہ پر بوجھ زیادہ نہ پڑے۔ مگر ابھی تک اس صیغہ کے لئے کوئی قابل مینیجر نہیں ملا۔ جس کے بغیر کام اچھی طرح نہیں چلایا جاسکتا اس ایجنسی کا نام Peoples' own Agency رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو سلسلہ کے لئے مبارک کرے۔ آمین ؀

مدرسہ احمدیہ کے جدید انتظام میں ایک انسپکٹروں کا بورڈ مقرر کیا گیا ہے۔ جس کا فرض ہوگا۔ کہ سال میں دو دفعہ مدرسہ کا معائنہ کرے۔ ایک دفعہ بلا اطلاع اور دوسری دفعہ با اطلاع۔ چنانچہ ایک دفعہ اس بورڈ نے معائنہ کر بھی لیا ہے ؀

مدرسہ احمدیہ اور ہائی سکول قادیان ۲۲ جولائی سے موسم گرما کی تعطیلات کی وجہ سے بند ہوگئے ہیں۔ طلباء کی روانگی سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح نے ہائی سکول کے ہال میں تمام طلباء کو نہایت ہی مؤثر اور

دلچسپ پیرایہ میں ضروری وعظ و نصیحت کی۔ اللہ تعالیٰ ان ہدایات پر سب کو عمل کرنے کی توفیق دے۔ اور سب کو بخیر و عافیت واپس دارالامان میں لائے۔ آمین

پنجاب و دیگر صوبجات

مولوی غلام رسول صاحب راجیکی ضلع گوجرانوالہ میں دورہ پر تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری بھی اسی طرف دورہ پر ہیں۔ حافظ جمال احمد صاحب اور شیخ چراغدین صاحب سلطانپور ریاست کپورتھلہ میں ایک جلسہ کی تقریب پر تشریف لیجانے والے ہیں ؛

قصور میں بائیکاٹ سُست ہو رہی ہے۔ الحمد للہ کہ احمدیوں کی تکالیف دن بدن کم ہو رہی ہیں۔ اس جماعت نے جس اخلاص اور ثابت قدمی سے کام لیا ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ انکو جزائے خیر عطا فرماوے۔ آمین ؛

یہ خبر نہایت افسوس ناک ہے (اور ایک لحاظ سے قابل مسرت ہے کیونکہ ہمارے اندر یہ تبلیغی جوش کو زیادہ کریگی انشاء اللہ) کہ حکیم خلیل احمد صاحب مبلغ جو مدراس میں برائے تبلیغ مقیم تھے۔ گذشتہ ماہ کے آخری ہفتہ میں ایک شقی القلب انسان کے ہاتھ سے زخمی ہوئے۔ کچھ عرصہ سے مدراس کے بعض لوگ احمدیوں کو ستانے اور دکھ پہنچانے کے درپے تھے۔ حکیم صاحب کے کئی ایک لیکچر مدراس میں ہوئے۔ جن میں احمدیت کی تبلیغ وضاحت سے کی گئی۔ اور دلائل اور براہین سے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت ثابت کی گئی۔ چونکہ مخالفین کے پاس ان دلائل کا کوئی جواب نہ تھا اس لئے وہ ان حرکات پر اتر آئے جو ہمیشہ سے حق کے مخالفین کا خاصہ ہے ؛

اگرچہ حکیم صاحب کو چوٹ زیادہ لگی تھی۔ لیکن انکے ایک تازہ خط سے معلوم ہوا ہے۔ کہ زخم مندمل ہو رہا ہے۔ اور وہ ان دنوں سکندرآباد میں مقیم ہیں۔ چند روز وہاں رہ کر وہ بنگلور تشریف لے جائینگے ؎

معزز نومبائعین

یہ خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ کہ ان دنوں جبکہ غیر احمدی اخبارات اکثر فرضی لوگوں اور بعض ایسے لوگوں کے جنہوں نے سوائے اس کے کہ کسی اغراض کو مدنظر رکھ کر بیعت کر لی ہو۔ احمدیت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ فسخ بیعت کے اعلان شائع کر کے یہ دکھا رہے ہیں۔ کہ ہماری جماعت سے لوگ علیحدہ ہو رہے ہیں۔ کئی سو لوگ داخل سلسلہ ہو چکے ہیں۔ جن کی مفصل فہرست اخبار الفضل میں شائع ہو چکی ہے۔ ان میں سے کئی ایک اصحاب نہایت معزز اور اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی ہیں۔ چنانچہ جناب خان محمد اوصاف علی خان صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ کمانڈرانچیف افواج ریاست نابھ اور علی گڈھ کالج کی ایک لائق پروفیسر مسٹر فیاض بہادر خانصاحب نے حال ہی میں بیعت کی ہے ؎

ولایت میں تبلیغ

چودھری فتح محمد صاحب اور دوسرے مبلغ ولایت میں تبلیغ احمدیت میں مصروف ہیں۔ ۲۸۔ مئی ۱۹۲۰ء ویسٹرن وایسٹرن لنڈن لیکچر سوسائٹی میں "اسلام کا ہندوستان پر اثر" کے مضمون پر لیکچر ہوا۔ ہائڈ پارک میں جو کہ لنڈن کی نہایت مشہور سیرگاہ ہے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیجاتی ہے۔ اور اسلام اور عیسائیت کا مقابلہ کر کے دکھایا جاتا ہے۔ کہ قابل قبول مذہب کونسا

ہے۔ بعض اوقات پادری صاحبان بجائے معقولیت کچھ پوچھنے اور سوال کرنے کے شور و شر ڈال کر سامعین کو منتشر کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن انہیں نہیں سخت ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ سامعین مبلغین کی باتیں سننے کا اشتیاق ظاہر کرتے ہوئے ان کی حرکات پر نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ تازہ خط سے معلوم ہوا کہ ایک شخص J. W. Leader نے حضرت کی بیعت کی ہے فالحمد للہ اللّٰھم زد فزد

امریکہ میں احمدیت

جناب مفتی محمد صادق صاحب کے خط سے معلوم ہوا۔ کہ انہوں نے تبلیغ کرنے کی آزادی ملنے پر ابھی چند ہی دن کام کیا۔ کہ متعصب عیسائیوں نے ان کے راستہ میں رکاوٹیں ڈالنا شروع کر دیں۔ اور مفتی صاحب کو مکان تبدیل کرنا پڑا۔ اگرچہ ابتدائی مشکلات اور نئے حالات کی وجہ سے مفتی صاحب پوری طرح سے کام شروع نہیں کر سکے۔ لیکن انکی طرف سے جو رپورٹ حال ہی میں موصول ہوئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ان کو خاص طور پر کامیابی بخش رہا ہے۔ اکتیس ۳۱ عیسائی مرد و عورت انکے ہاتھ پر احمدی مسلمان ہو چکے ہیں۔ اور چھ ۶ شخص جو پیدائشی مسلمان تھے۔ احمدیت قبول کر چکے ہیں۔ مفتی صاحب کا کام دن بدن بڑھ رہا ہے۔ جس کے اخراجات بھی روز افزوں ہیں +

بغداد و عراق

محمد خواص خان صاحب احمدی سیکرٹری انجمن احمدیہ بغداد و عراق اپنے تازہ خطوط میں اطلاع دیتے ہیں۔ کہ چونکہ چودھری مولا بخش صاحب I.M.D.S. سٹیشن ماسٹر انڈیا چلے گئے ہیں۔ اسلئے سید فتح علی شاہ صاحب سابق سیکرٹری

پریزیڈنٹ اور انکی جگہ محمد خواص خاں صاحب احمدی سیکرٹری مقرر کیئے گئے ہیں۔ اور محاسب بابو برکت علی صاحب ہی رہے۔ مبلغ ۱۱۱۵ روپیہ جو وہاں کی جماعت نے مبلغ منگوانے کے لئے جمع کیا تھا۔ وہ یہاں بھیجدیا ہے۔ بغداد کے لئے ماسٹر نذیر خاں صاحب منشی فاضل اور مولوی ابو بکر صاحب مالاباری فارغ التحصیل مدرسہ احمدیہ تجویز ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے پاسپورٹ کے لئے درخواست کردی ہے۔ پاس ملنے پر انشاء اللہ جلد روانہ ہونگے۔

مسجد فنڈ میں وہاں کی جماعت نے مبلغ ۳۱۴ روپے ارسال فرمائے ہیں۔ اور ابھی تحریک جاری ہے۔

نائیجیریا

مولوی مبارک علی صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی ہیڈ ماسٹر چٹاگانگ جنہوں نے اپنی زندگی اسلام کی خاطر وقف کی ہوئی ہے۔ نائیجیریا جانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ پاسپورٹ کی درخواست دی ہے۔ اور رخصت حاصل کر چکے ہیں۔ انشاء اللہ اگست ۱۹۲۰ء میں وہ یہاں سے روانہ ہوجائینگے۔ احباب کو شائد علم ہوگا۔ کہ اس ملک میں اس سے پہلے کوئی بھی احمدی نہیں گیا۔ صرف کتب اور خطوط کے ذریعہ سے ہی وہاں ایک بڑی جماعت قائم ہوئی ہے۔

جاپان

میاں چراغدین صاحب جو ایک عرصہ سے دارالامان میں دینی تعلیم حاصل کرنے میں مشغول ہیں۔ اور اپنے آپ کو خدمت اسلام

کے لئے وقف کر چکے ہیں۔ حضرت اقدس کے منشاء اور ہدایت کے ماتحت جاپان جانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ پاسپورٹ کی درخواست دیدی ہے ؀

چین

حکیم فضل الرحمن صاحب بھی دیر سے تحصیل علم میں مشغول تھے انہوں نے بھی دین کے لئے زندگی وقف کی ہوئی ہے۔ اب حضرت کے ماتحت چین جانے کی تیاری کر رہے۔ پاسپورٹ کی درخواست دے چکے ہیں۔ عنقریب پاس تیار ہو جائیگا۔ انشاء اللہ ؀

یونان

چودھری ابو العاصم خان صاحب برادر خورد چودھری ابو الہاشم خان صاحب ایم۔اے۔ اور ممتاز علی خان صاحب خلف الرشید خان ذو الفقار علیخان صاحب رامپوری یونان جانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ حضرت کا ارادہ ہے کہ تھریس میں جو مسلمان عیسائیوں کے ماتحت رکھے گئے ہیں ان کو تبلیغ کی جاوے۔ اور ان کو احمدی بنایا جاوے ؀

یہ سب نوجوان جو انجیریا چین۔ جاپان اور یونان جانے کی تیاری کر رہی ہیں۔ وہاں جاکر اپنا خود گذارہ کرینگے۔ اور پیغام حق لوگوں کو سنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہو۔ اور ان کے کام میں برکت ڈالے۔ آمین ؀

اسلام انسان کا بنایا ہوا نہیں بلکہ خدا کا بھیجا ہوا مذہب ہے

نمبر (۱)

(نوشتہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ - از دھرم سالہ)

لکل داءٍ دواءٌ الا الموت (الحدیث)

کہا جاتا ہے۔ کہ عرب آج سے تیرہ سو سال پہلے نہایت تاریک اور جہالت سے بھرا ہوا تھا۔ نہ اس کا کوئی تمدن تھا۔ نہ اس کی کوئی تہذیب تھی۔ نہ وہ علوم کے ترقی دینے میں دنیا کی کوئی مدد کر رہا تھا۔ بلکہ دوسروں کے دریافت کردہ علوم کے سیکھنے کی طرف بھی وہ توجہ نہیں کرتا تھا۔ جبکہ دنیا کے مختلف حصوں کے لوگ انسانی فطرت پر غور کر کے اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے۔ کہ انسان فطرتاً شہری زندگی سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ شہروں اور گاؤں میں اپنا ٹھکانا بنا رہے تھے۔ وہ ابھی سوائے شاذ و نادر کے وحشت کی زندگی اور جنگل کی رہائش کو اپنے لئے پسند کرتا تھا۔ اور ایک جگہ ٹِک کر رہنا اسے مصیبت معلوم ہوتا تھا۔ سوائے سخاوت اور مہمان نوازی کے کوئی قانون اخلاق اس کے چال چلن کا نگران نہ تھا۔ اس وحشیانہ زندگی کی وجہ سے انسانی زندگی اس کی نگہ میں کوئی قدر و قیمت نہ رکھتی تھی۔ انسان کی موت اس کی نگہ میں ایک روزمرہ تبدیلی تھی۔ جس کے پیدا کرنے کے لئے وہ بارہا خود شوق سے سعی کرتا تھا۔ اور اس کا تماشا دیکھتا تھا۔ انسانی زندگی وہ ایک حباب کی طرح سمجھتا تھا۔ کہ جس کا ظاہر ہونا۔ اور فنا ہونا۔ ایک دلچسپ نظارہ سے

زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ اور وہ کوئی وجہ نہیں دیکھتا تھا۔ کہ قانون قدرت پر غور کرکے اور اس کی مخفی ڈائنامیٹک طاقتوں کو معلوم کرکے وہ اس نظارہ کو زیادہ دیرپا بنانے کی کوشش کرے۔ بلکہ تعجب نہیں۔ کہ وہ اپنے دل کے باریک گوشوں میں ایسی ہر ایک سعی کو نفرت کی نگہ سے دیکھتا ہو۔ موت اس کے خیالات کو صرف ان دو باتوں کی طرف پھیرتی تھی۔ مرنے والے کے لئے لمبا سوگ کیا جاوے۔ اور جو شخص مارا جاوے۔ اس کے قاتلوں سے ایک عبرتناک بدلہ لیا جاوے۔ مگر یہ سوگ یا انتقام اس لئے نہیں ہوتا تھا۔ کہ وہ انسانی زندگی کو قدر و قیمت کی نگہ سے دیکھتا تھا۔ بلکہ صرف اس لئے کہ وہ اس میں بھی اپنے لئے دلچسپی اور فخر کے سامان پیدا کرنا چاہتا تھا۔ غرض عرب باوجود دنیا کی ترقی کے اور باوجود اس وقت کی دو زبردست تہذیبوں کے درمیان گھرے ہوئے ہونے کے اپنی جگہ پر کھڑا تھا۔ اور رومی اور ایرانی ترقی اس پر بالکل اثر نہ ڈال سکی تھی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس ملک اور اس تہذیب میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا اور نشو و نما پانا دلالت کرتا ہے۔ کہ وہ مذہب جو انہوں نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اسی قسم کے لوگوں کی اصلاح کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ وہ یقیناً تہذیب اور شائستگی اور روحانی پاکیزگی کی طرف لانے والا تھا۔ مگر انہی لوگوں کو جو انسانیت کے ابتدائی مدارج کو طے کر رہے ہوں۔ وہ ان لوگوں کے لئے جو ہزار دل سالوں کی کوششوں کے بعد تہذیب اور شائستگی اور اخلاق کے مفہوم کو نہایت وسیع کر چکے تھے۔ ہرگز مفید نہیں ہو سکتا۔ ہاں اس مفہوم کو سمجھنے کی قابلیت پیدا کر دینے میں بے شک کارآمد ثابت ہوا ہے۔ اور آئندہ ایسے ہی لوگوں کو جو عربوں کی طرح کے ہوں تہذیب و اخلاق کی طرف کھینچکر لانے میں ایک مفید آلہ کا کام دے سکتا ہے ؏

وہ کہتے ہیں۔ کیا علم ارتقاء سے ہمیں یہی بات معلوم نہیں ہوئی کہ ہر ایک چیز جس جگہ پیدا ہوتی ہے۔ وہ اپنی اردگرد کی چیزوں سے ہی مناسبت رکھتی ہے۔ اور یہ کہ ارتقا کے ساتھ مدارج کی پابندی لگی ہوئی ہے ایک درجہ کے بعد اس کے آگے کا درجہ ہی طے کیا جاتا ہے۔ نہ کہ بیچ کے درجہ چھوڑ کر اوپر کے درجوں کو حاصل کیا جاتا ہے۔ پس اسلام ایک اچھا مذہب ہے۔ مگر ابتدائی حالت کے لوگوں کے لئے نہ کہ ترقی یافتہ لوگوں کے لئے۔

ہمارے نزدیک ان لوگوں کی یہ بات تو درست ہے۔ کہ اسلام اس وقت آیا ہے۔ جب عرب کی حالت کیا بلحاظ اخلاق کے۔ اور کیا بلحاظ علم کے بالکل گری ہوئی تھی۔ اور تاریکی اور ظلمت کا دور دورہ تھا۔ علم کی روشنی عرب کی چار دیواری کے اندر داخل نہیں ہوئی تھی۔ اور ہم اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ مسئلہ ارتقا کے ماتحت ترقی اپنے دائرہ کے اندر اور گردوپیش کے حالات کے مطابق ہونی چاہیئے۔ لیکن ہمارے نزدیک انکا یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں۔ کہ اسلام صرف عربوں یا انہی کی طرح کے اور لوگوں کے لئے مفید تھا۔ کیونکہ یہ نتیجہ تب نکالا جا سکتا ہے۔ جبکہ اسلام کو اس وقت کے حالات کا نتیجہ قرار دیا جاوے۔ مگر اسلام اسوقت کے حالات کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ اس کا دعویٰ ہے۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام کے ذریعہ نازل کیا گیا ہے۔ اور جس طرح یہ ضروری ہے۔ کہ جو تعلیم اور خیالات گردوپیش کے حالات کے مطابق قدرتی طور پر پیدا ہوں۔ وہ ان حالات کے مناسب اور مطابق ہوں۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے۔ کہ جس تعلیم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عام قانون قدرت کے علاوہ خاص ضروریات انسانی کو مدِّ نظر رکھ کر بھیجا جاوے۔ وہ نہایت تاریک حصۂ دنیا میں نازل کیجاوے

کیونکہ بصورت دیگر یہ بات کیونکر معلوم ہوگی۔کہ وہ تعلیم حالات گردوپیش کا ایک قدرتی نتیجہ ہے۔یا رب العالمین خدا کا ایک خاص عطیہ۔اسلام کا یہ دعویٰ محض دعویٰ ہی نہیں۔بلکہ وہ اس کے لئے اپنے پاس روشن ثبوت رکھتا ہے ؏

یہ ثبوت جو اسلام پیش کرتا ہے۔متفرق قسم کے ہیں۔جن میں سے ایک ثبوت جسے میں اس وقت پیش کرنا چاہتا ہوں۔یہ ہے۔کہ اس کی تعلیم اس وقت کے گردوپیش کے حالات کے ماتحت مسئلہ ارتقاء کے مطابق ظاہر نہیں ہوئی۔بلکہ عرب تو علیحدہ رہا۔اس وقت کی دوسری علمی قوموں کے خیالات سے بھی بہت بالا ہے۔اور ایسے علوم پر حاوی ہے۔جو اس زمانہ کے لوگوں کی نظروں سے بالکل مخفی تھے۔اور سینکڑوں سال کی تحقیق و تدقیق کے بعد جاکر دنیا انہیں دریافت کرسکی ہے۔اور ایسے امور بھی ہیں۔جن تک دنیا باوجود اپنے ارتقاء کے اب تک بھی نہیں پہنچ سکی۔ان کی ہدایت صرف اسلام ہی کرتا ہے۔اور اسلام سے باہر انکا نشان نہیں ملتا ؏

یہ حکمتیں جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔سینکڑوں اور ہزاروں ہیں جن کا ایک ماہوار رسالہ میں گننا ایک محال امر ہے۔مگر پھر بھی مثال کے طور پر میں چند ایک امور کو اس رسالہ کے ناظرین کی آگاہی کے لئے سلسلہ وار بیان کرونگا۔تا انہیں ایک مختصر سا علم ہوجاوے۔اور اسلام کی خوبیوں کے متعلق مزید تجسس کی خواہش پیدا ہو ؏

اس مضمون میں جو اس سلسلہ کا پہلا نمبر ہے۔میں اس حکمت کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔جو اس مضمون کے شروع میں بطور عنوان ثانی کے لکھی گئی ہے۔یعنی لکل داءٍ دواءٌ اِلّا الموت جس کا ترجمہ یہ ہے۔کہ ہر ایک مرض کا علاج بلا استثناء کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔مگر باوجود اس کے

انسان موت سے نہیں بچ سکتا۔ بیماریاں دُور کی جاسکتی ہیں۔ مگر موت کو ٹلایا نہیں جاسکتا۔ انسان آخر مرتا ہے۔ اور ضرور مرتا ہے۔ آیندہ مریگا۔ اور ضرور مریگا۔

یہ کلام ہے۔ جو بانی اسلام کے مُنہ پر آج سے تیرہ سو سال پہلے جاری ہوا۔ اور ان لوگوں کے سامنے بیان کیا گیا۔ جو اس کی پوری حقیقت کو سمجھنے کی قابلیّت بھی نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ اس زمانہ میں جاری ہوا۔ جس زمانہ کا علم ابھی اس حقیقت کے انکشاف سے عاری تھا۔ نہیں بلکہ اس زمانہ میں جاری ہوا۔ جس کے ایک ہزار سال بعد سخت جدوجہد سے علوم دنیاوی اس مقام پر پُہنچے۔ جہاں سے وہ اس حکمت کی صرف شبیہ دیکھنے کے قابل ہوسکے۔

عرب موت کو حقارت کی نگہ سے دیکھتا تھا۔ اور اسکی جنگی اور آزاد زندگی اسے بیماریوں سے بچائے رکھتی تھی۔ پس علم طب اس کی نظروں سے پوشیدہ تھا۔ اور اس علم سے صرف چند نسخے جو عورتیں سینہ بسینہ یاد رکھتی چلی آئی تھیں۔ اس کے حِصّہ میں آئے تھے۔ اور اگر باوجود اس کی جنگی زندگی کے وہ بیمار ہوتا۔ تو وہ اسے دیوتاؤں کا غضب سمجھ کر یا ستاروں کا اثر خیال کر کے شفاء سے مایوس ہوجاتا تھا۔ اور اسے پیغام اجل سمجھ کر اپنی قسمت پر قناعت کرتے ہوئے۔ ہر قسم کی جدوجہد کو ترک کر دیتا تھا۔ اس کے دائیں طرف ہندوستان اور ایران اس زمانہ کے حالات کے مطابق عِلم طِب کے اچھے خاصہ علم بردار تھے۔ اور بائیں طرف یونانی۔ مگر وہ ان کے بیچ میں رہ کر بھی اس عِلم سے بالکل کورا تھا۔ اس جماعت کا ایک فرد آج سے تیرہ سو سال پہلے کہتا ہے کہ لکل داءٍ دواءٌ الا الموت ہر ایک مرض خواہ کوئی ہو۔ اس کا علاج اللہ تعالیٰ

نے پیدا کیا ہوا ہے۔ پس انسان ہر ایک مرض کے صدمہ سے بچ سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ یہ چاہے۔ کہ اس طرح مرضوں سے۔ بچکر وہ موت سے بچ جاوے تو وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ کیا اس تعلیم کی نسبت یہ خیال کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ عرب کے حالات سے متولد ہوئی تھی؟ عرب تو بیچارے طب سے بالکل ہی ناواقف تھے۔ خود یونانی جنہوں نے علم طب کو ترقی دیتے دیتے کمال تک پُہنچا دیا تھا۔ سینکڑوں بیماریوں کو لاعلاج قرار دیتے تھے؛

پھر کیا اس تعلیم کو اس زمانہ کے حالات سے متولد قرار دیا جا سکتا ہے۔ جبکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے اس حقیقت کے اظہار کے بعد بھی سینکڑوں سال تک دُنیا اس تعلیم کی حقیقت نہیں سمجھ سکی۔ اور اٹھارھویں صدی عیسوی تک تمام اقسام طب بیسیوں امراض کو لاعلاج خیال کرتی رہیں۔ نہیں اور یقیناً نہیں کیونکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر اس حکمت کے جاری ہونے کے گیارہ سو سال بعد جا کر دنیا کو اپنی غلطی پر کسی قدر تنبہ ہوا۔ اور دو سو سال کی لمبی جدوجہد کے بعد وہ آج اس نتیجہ پر پُہنچی ہے۔ کہ ہر ایک مرض کا علاج موجود ہے۔ اور جن امراض کا علاج اس وقت تک نہیں بھی معلوم ہو سکا۔ ان کو بھی ہم معلوم کر لینگے۔ کیونکہ یکے بعد دیگرے ہمارے اس خیال کی کہ فلاں اور فلاں امراض لاعلاج ہیں۔ نیچر تردید کرتی چلی گئی ہے؛

پچھلے دو سو سال کی علمی ترقی نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس بات کی صداقت پر مُہر لگا دی ہے۔ کہ ہر ایک مرض کی دوا موجود ہے اور آج ہم بہت سی ایسی امراض سے نجات پا سکتے ہیں۔ جن کا علاج آج سے دو سو سال پہلے بالکل ناممکن خیال کیا جاتا تھا۔ یا ایسا مشکل تھا۔ کہ

بہت کم مریض اس سے بکلی شفا پاتے تھے ؎

کزاز[۵۱] کا مریض - جس سختی اور شدت سے جان توڑا کرتا تھا - اس کو دیکھ کر بہتوں کے دل ہل جاتے تھے - موت کو چھوڑ کر اس مریض کی تکلیف ہی ایسی ہوتی تھی - کہ اس کے رشتہ دار اسے بھی غنیمت سمجھتے کہ مریض آرام کے ساتھ مر سکے - لیکن تریاق کزاز ٹیکہ[۵۲] کی ایجاد سے اگر مرض کے شروع ہوتے ہی ٹیکہ کر دیا جاوے - تو ایک معقول تعداد مریضوں کی جان سے بچ جاتی ہے - اور اگر امکان زہر ہی کی حالت میں اثر کے ظاہر ہونے سے پہلے ٹیکہ کر دیا جاوے - تو قریباً سب کے سب آدمی اس مرض کے حملہ سے بچ جاتے ہیں - اور اس کے علاج میں اس ترقی کو دیکھ کر آئندہ کے لئے ہمارا کامل علاج کے نکل آنیکی امید کرنا خلاف عقل نہیں ہے ؎

خناق[۵۳] کا مرض بھی نہایت خطرناک مرض ہے - اور نہایت ہی مُہلک ثابت ہوتا رہا ہے - اور چونکہ اس میں گلے کے اندر ایک زائد جھلّی پیدا ہو جاتی ہے - اور سانس رُکنے لگ جاتا ہے - اس مریض کی حالت بھی نہایت قابل رحم ہوتی ہے - اور چند گھنٹوں کے اندر ہی مریض کی حالت یاس کی ہو جاتی ہے - اور نہایت دُکھ سے سانس رُک رُک کے مر جاتا ہے - یہ مرض بھی لاعلاج ہی سمجھی جاتی تھی - اور اگر اس مرض کے بیمار اچھے ہوتے تھے - تو اس قدر علاج کا اثر نہیں سمجھا جاتا تھا جس قدر کہ طبیعت کی طاقت مقابلہ کا - لیکن تریاق خناق ٹیکہ کے نکلنے سے اس مرض کے علاج میں بھی بہت سہولت پیدا ہو گئی ہے - اور ایک معقول تعداد میں مریضوں کی جان بچ جاتی ہے ؎

ہلکے کُتّے کے کاٹنے کے نتائج سے بالعموم لوگ واقف ہیں - اس ہر کا

Diphtherea. ۵۳ Anti Tetanus Serum. ۵۲ Tetanus. ۵۱

علاج بھی دنیا کو اس سے پہلے معلوم نہ تھا۔ اور جو کچھ علاج کیا جاتا تھا۔ وہ یقینی نہ ہوتا تھا۔ اور علاج کہلانے کا مستحق نہ تھا۔ مگر اب پسٹیور طریق علاج سے ہزاروں جانیں ہر سال اس خطرناک آفت سے بچائی جاتی ہیں۔ اور ان بھیانک مناظر کے دیکھنے سے سگ گزیدہ کے رشتہ دار بچ جاتے ہیں۔ جو اس سے پہلے ان کو دیکھنے پڑتے تھے۔

آتشک کی مرض بھی قریباً لا علاج تھی۔ کیونکہ گو مختلف علاجوں سے بعض اوقات ظاہری علامات مٹ جاتے تھے۔ مگر اس موذی مرض کا اثر جسم میں باقی رہتا تھا۔ اور صحت ہمیشہ کے لئے برباد ہو جاتی تھی۔ مگر سالورسن[۵۱] اور نیوسالورسن کی ایجاد سے اس عظیم الشان خطرہ سے بھی بنی نوع انسان نے نجات پالی ہے۔ اور اب ہزاروں آدمی اس کے زندگی کو تباہ کرنے والے زہر سے بکلّی پاک ہو جاتے ہیں۔ اور کار آمد زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

پتھری کی مرض کیسی خطرناک تھی۔ اور جبتک اس کا اپریشن کرنے کا طریق معلوم نہیں ہوا۔ اس کا مریض کس طرح یقینی موت کو اپنے سامنے دیکھتا تھا۔ اس سے قریباً ہر ملک کے لوگ واقف ہیں۔

گھینگے[۵۲] کی مرض گو مہلک نہ ہو۔ مگر کیسی بدنما ہوتی ہے۔ درحقیقت اس مرض سے زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ اور شکل نہایت بری اور ڈراؤنی معلوم ہوتی ہے۔ اور شاید بہت ہوں۔ جو اس مرض کی وجہ سے موت کو زندگی پر زیادہ ترجیح دیں۔ مگر اس کا کوئی علاج نہ تھا۔ یہاں تک کہ اپریشن نکلا۔ اور اپریشن کے بعد بھی یہ مرض بار بار عود کر آتی تھی۔ یہانتک کہ ہومیوپیتھک علاج سے اس مرض کا ازالہ پوری طرح کر دینا ممکن ہو گیا اور آٹومیٹک علاج نے تو اس کا ایک ایسا یقینی علاج بنی نوع انسان

Goitre. ۵۲ Salvarsan. ۵۱

کے ہاتھ میں دیدیا۔ کہ اب یہ مرض بالکل معمولی رہ گئی ہے۔ اور بعض ڈاکٹروں کا تجربہ ہے۔ کہ قریباً نناوے فی صدی مریض بلا خطرہ کے پوری طرح شفا پاجاتے ہیں۔ اور اس مرض کے عود کرنے کا بھی کوئی خطرہ نہیں رہتا۔ اور نہ صرف گھیگا ہی دُور ہوجاتا ہے۔ بلکہ تھائرائڈ گلینڈز کی ورم کی وجہ سے عام صحت پر جو اثر پڑتا رہتا ہے۔ وہ بھی دُور ہوجاتا ہے ؀

اسی طرح رسولیاں اور بعض خاص قسم کے سیلان خون جو پہلے لاعلاج اور مہلک سمجھے جاتے تھے۔ اب ان کا اپریشنوں اور دوائیوں سے علاج آسان ہوگیا ہے ؀

اور بیسیوں بیماریاں ہیں۔ جیسے ذیابیطوس۔ سِل۔ جگر کے پھوڑے ہیضہ۔ کوڑھ۔ تپ محرقہ۔ بیماری ہائے قلب۔ سرطان۔ ہڈی کا شکستہ ہوکر باہر آجانا۔ فتق کبودت دم۔ بول الدم۔ ٹیراپن۔ اپنڈی سائٹس۔ آنکھ کے اعصاب کے فالج سے بینائی کا جاتے رہنا۔ نواسیر انتڑیوں میں بل پڑجانا۔ بچہ کا رحم میں پھنس جانا وغیرہا۔ جن کے علاج یا تو بالکل نہ تھے۔ یا اگر تھے۔ تو محض خیالی۔ کیونکہ ان علاجوں کا یقینی نتیجہ نہیں نکلتا تھا۔ اور نہیں کہا جاسکتا تھا۔ کہ صحت دوائیوں کے اثر سے ہوئی ہے یا خود بخود طبیعت اچھی ہوگئی ہے۔ لیکن اب ان کے ایسے علاج نکل آئے۔ کہ علمی طور پر ان کو یقینی علاج کہا جاسکتا ہے ؀

اس ترقی کو دیکھ کر اب ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ جن بیماریوں کا علاج ابتک نہیں ملا یا ناقص علاج ملا ہے۔ ان کا علاج بھی مل جاویگا۔ اور یہ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا۔ کہ ہر ایک بیماری کا علاج موجود ہے۔ بالکل سچ تھا۔ اور ایک ایسا نکتۂ حکمت تھا۔ جسے اس زمانہ کے حالات کا نتیجہ نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ وہ اس زبردست ہستی

کی طرف سے القا کیا گیا تھا۔ جو نیچر کی پیدا کرنے والی۔ اور اس کی طاقتوں سے واقف ہے ؎

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی۔ کہ ہر ایک مرض کا علاج موجود ہے۔ صرف اسی رنگ میں تائید نہیں ہوئی کہ بعض امراض جو پہلے لاعلاج یا بمشکل علاج پذیر سمجھی جاتی تھیں۔ ان کے لئے اب مفید اور سہل علاج دریافت ہو گئے ہیں۔ بلکہ اس طرح بھی کہ کئی طریق علاج نئے دریافت ہوئے ہیں۔ جن سے علاوہ لاعلاج امراض کے علاج معلوم ہونیکے دوسری امراض کے علاج میں بھی سہولت پیدا ہوگئی ہے۔ اور یا تو صحت کا حاصل ہونا پہلے سے آسان ہوگیا ہے یا دواؤں کی قیمت اور خرچ میں کفایت ہوگئی ہے ؎

جس وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمۂ حکمت بیان فرمایا تھا۔ اس وقت علم طب کی صرف دو شاخیں تھیں۔ یعنی یونانی اور ویدک باقی سب علاج انہی کی شاخیں تھیں۔ یا ایسے طریق علاج تھے۔ جو سائنس یا علم کہلانے کے مستحق نہ تھے۔ لیکن اسکے بعد یورپ کی توجہ علم کی طرف پھرنے سے یونانی طریق علاج میں سے نشوونما پاکر ایلوپیتھک طریق علاج نکل آیا۔ اس کے بعد ہومیوپیتھک طریق علاج یعنی علاج بالمثل کی دریافت نے طبی دنیا میں ایک تغیرّ عظیم پیدا کر دیا۔ اور یہ معلوم کر کے انسان کو سخت حیرت ہوئی۔ کہ اس کی شفایابی کے لئے اللہ تعالیٰ نے نہایت حکمت سے انہی ادویہ میں قوّت شفا بھی رکھی ہوئی ہے۔ جن سے اس قسم کی مرض پیدا ہوتی ہے۔ گویا بیماری کے ساتھ ہی اس کا علاج بھی رکھا ہے۔ جو چیز جس قسم کی بیماری بڑی مقدار میں پیدا کرتی ہے اس کی تھوڑی مقدار جو زہر یا بداثر ڈالنے کی حد سے نکل جاوے۔ اسی

قسم کی بیماری کے رفع کرنے میں نہایت مفید ثابت ہوتی ہے۔ اس طریق علاج سے بہت سی امراض جو پہلے لاعلاج سمجھی جاتی تھیں۔ قابل علاج ثابت ہوگئیں۔ اور طبی علوم میں بہت ترقی ہوئی ٭

اسی طرح علاج بالماء یعنی ہیڈروپیتھی کے معلوم ہونے سے صرف غسل اور گیلے کپڑوں کی مالش سے بہت سی امراض کا علاج ہونے لگا .. .. اور بہت سی کہنہ امراض کے دفعہ کرنے میں اس علاج سے مدد ملی۔ ٹولوٹشو ریمیڈیز یعنی بارہ نمکوں کے علاج کی ایجاد نے علاج کو ایسا آسان کردیا۔ کہ اب ہر ایک شخص کی مقدرت میں ہوگیا۔ کہ وہ طبیب نہ ملنے کی صورت میں آسانی سے بغیر کسی خاص علم کے محض کتاب دیکھ کر معمولی اور روزمرہ کی شکایات کا علاج کرسکے۔ اور صرف ان بارہ معدنی اجزاء کے ذریعہ جن سے انسانی جسم بنا ہے۔ تمام بیماریوں کا علاج ممکن ہوگیا ٭

ایلکٹرو ہومیوپیتھی .. .. کے طریق علاج نے طب کے دائرۂ عمل کو اور بھی وسیع کردیا۔ اور بنی نوع انسان کے لئے شفایابی کے دروازے کھولدیئے ٭

سائیکو اینیلیسس کے طریق علاج نے بہت سی ایسی امراض کے علاج کا دروازہ کھولدیا۔ جو فکر و خیال کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور جن کا علاج صرف دواؤں سے ہونا ناممکن تھا ٭

علاج بالتوجہ اور توجہ ذاتی نے شفاء کو انسان کے ایسا قریب کردیا ہے۔ کہ گویا شفاء حاصل کرنے کے ارادہ کی دیر ہوتی ہے۔ ارادہ کیا۔ اور بہت سی مرضوں سے شفاء ہوئی۔ ویکسین اور سیرم کی ایجاد نے علم طب میں ایک ایسا مفید اضافہ کردیا ہے۔ کہ اس کی قیمت کا اندازہ لگانا

Psycho Analysis ❦ Twelve Tissue Remedies ❦

ہی مشکل ہے۔ درحقیقت اس طریق علاج سے ہزاروں لاکھوں مریضوں کو ہر سال ایسے رنگ میں آرام ہوتا ہے۔ کہ اسپر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اور سگ گزیدہ اور خناق اور کزاز وغیرہا کے علاج اور انفلوئنزا اور محرقہ وغیرہا کے حفظ ماتقدم میں اس سے اس قدر مدد ملی ہے۔ کہ اسپر جس قدر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر کیا جائے کم ہے ؎

بلحاظ زمانہ کے سب سے آخر میں۔ لیکن بلحاظ اثر کے اعلیٰ درجہ کے طریقہ ہائے علاج میں سے آٹوہمک طریق علاج کی ایجاد ہے۔ جسے امریکہ میں سنہ ۱۹۱۰ء میں ڈاکٹر راجرز نے ایجاد کیا ہے۔ اس طریق علاج کے ذریعہ سے خود بیمار کا خون چند قطرہ لیکر اور خاص طور پر تیار کرکے مریض کے جسم میں پچکاری کے ذریعہ داخل کرکے تمام مزمن امراض کا علاج کیا جاتا ہے۔ اور ان چند سال کے عرصہ میں ہی اس میں اسقدر کامیابی ہوئی ہے۔ کہ بیان سے باہر ہے ؎

ان مختلف طریقہ ہائے علاج کی دریافت کے علاوہ اور بہت سی ایسی دریافتیں ہوئی ہیں۔ جن سے علاج یا تشخیص کہ جو علاج صحیح کے لئے ضروری ہے۔ بہت سہل ہو گئی ہے۔ مثلاً خورد بین کی ایجاد ہے کہ اس کے ذریعہ سے ہی یہ معلوم ہوا ہے۔ کہ بہت سی بیماریاں نہایت باریک کیڑوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور جس وقت بیماری کی تشخیص مشکل ہو اس کے ذریعہ سے معلوم کر لیا جاتا ہے۔ کہ کس مرض کے کیڑے انسان کے جسم میں پائے جاتے ہیں یا مثلاً خون کا امتحان ہے۔ کہ اس کے ذریعہ سے بھی تشخیص میں بہت سی مدد ملتی ہے۔ یا پیشاب کے پرکھنے کے بہت سے طریق ہیں۔ کہ جن کے ذریعہ سے بہت سی امراض کا پتہ لگایا جاتا ہے ان کے علاوہ امریکہ کا ایک ڈاکٹر سان فرانسسکو میں ایک ایسا آلہ

ایجاد کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ اور اس میں بہت حد تک کامیابی بھی ہو گئی ہے۔ کہ جس سے مختلف مخفی امراض صرف اس آلہ کو مریض کے جسم سے لگانے سے معلوم ہو جایا کرینگی۔ اور ان کے درجے بھی پتہ لگ جایا کرینگے۔ غرض بہت سے طریق تشخیص ایسے ایجاد ہوئے ہیں۔ کہ ان سے بیماریوں کا یقینی طور پر معلوم کرنا آسان ہو گیا ہے۔ اور اس وجہ سے امراض کا علاج بھی بہت سہل ہو گیا ہے ؛

یہ سب ترقیاں جو اس صدی اور اس سے پہلی صدی میں ہوئی ہیں کس امر پر دلالت کرتی ہیں؟ کیا اسپر نہیں۔ کہ اسلام تیرہ سو سال پہلے کے عربوں کے حالات کا ایک طبعی نتیجہ نہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے بھیجا ہوا مذہب ہے۔ ورنہ اس میں یہ خیالات کہاں سے آئے۔ جو اس زمانہ کے خیالات سے نہ صرف یہ کہ مختلف ہیں۔ بلکہ ایسے بعید ہیں۔ کہ اس زمانہ میں ان کا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سُنکر بھی ان پر یقین کرنا مشکل تھا۔ اور کیا یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ یہ مذہب صرف عربوں یا انہی کی قسم کے اور لوگوں کے لئے مفید نہیں ہے۔ بلکہ ہر درجہ کی تہذیب یافتہ قوموں کے لئے مفید ہے۔ اور انکو ترقی کے زینہ پر چڑھا کر بہت اوپر لیجا سکتا ہے۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ؛

اخبار احمدیہ

قادیان

بارش اس سال گذشتہ ایّام میں خاصی کثرت و شدّت سے ہوئی۔ جس کی وجہ سے بعض مکانات کو بھی نقصان پہنچا۔ اور قادیان کی

پُرانی آبادی بالکل جزیرہ کی شکل ہوگئی۔ اب چند دن سے بارش رُکی ہوئی ہے۔ اور پانی خُشک ہورہا ہے۔ جس کی وجہ سے گرمی میں بھی کچھ زیادت ہے ٭

حضرت خلیفۃ المسیح کے دھرم سالہ جانے کی خبر درج کیجاچکی ہے۔ اب خبر آئی ہے۔ کہ حضور ایک خواب کی بنا پر دھرم سالہ سے دلہوزی تشریف لے جارہے ہیں*۔ چونکہ دھرم سالہ ۱۹۰۵ء کے خطرناک زلزلہ سے تباہ ہوگیا تھا۔ اس لئے وہاں کے کھنڈرات کا نظارہ حضور کے قلب پر بہت اثر ڈالتا تھا۔ اور خواب سے پہلے بھی حضور اس عذاب کی جگہ کو چھوڑنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ دلہوزی کے قیام کو مفید و بابرکت کرے۔ پتہ۔ معرفت پوسٹ ماسٹر دلہوزی ہے۔ حضور نے لکھا ہے کہ انشاء اللہ پندرہ ستمبر ۱۹۲۰ء تک واپس قادیان آنے کا ارادہ ہے ٭

Digitized by Khilafat Library

مدرسہ احمدیہ۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول اور مدرسہ بنات گرمیوں کی رخصت کی وجہ سے بند ہیں انشاء اللہ ۲۲۔ ستمبر ۱۹۲۰ء کو کھلینگے ٭

۵۔ اگست ۱۹۲۰ء بروز جمعرات مرزا بشیر احمدؐ کے ہاں خدا کے فضل سے چوتھا لڑکا تولد ہوا۔ خدا مبارک کرے ٭

مسٹر مبارک علی صاحب بنگالی نائیجیریا جانے کے لئے قادیان تشریف لائے ہوئے ہیں۔ انشاء اللہ اسی ماہ کے آخر میں یا شروع ماہ ستمبر میں روانہ ہوجائینگے۔ احباب دعا فرماویں۔ کہ انکا جانا سلسلہ کیلئے بابرکت و مفید ہو ٭ ⁂

مسٹر محمد ساگر چند صاحب بھی قادیان آئے ہوئے ہیں۔ اور پاسپورٹ کی کوشش میں ہیں۔ پاسپورٹ ملنے پر فوراً ولایت روانہ ہوجائینگے۔ احباب سے درخواست دعا کرتے ہیں۔ کہ جلد پاسپورٹ مل جاوے ٭

* دلہوزی سے بخیریت پہنچنے کی تار آگئی ہے ٭

⁂ مسٹر مبارک علی صاحب کل بروز بدھ بتاریخ ۱۸۔ اگست ۱۹۲۰ء قادیان سے روانہ ہوگئے ہیں۔ ۲۳ کو جہاز پر سوار ہونگے احباب دعا فرماویں ٭

تبلیغی اخبار ہندوستان

کپورتھلہ یہ خبر شائع ہو چکی ہے۔ کہ جماعت سلطانپور کپورتھلہ کی درخواست پر مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری اور شیخ چراغدین صاحب بھیجے گئے تھے۔ وہاں ہر دو صاحبان کی تقریریں ہوئیں اور رپورٹ ہے کہ اچھا اثر ہوا۔

پٹیالہ مولوی بقاپوری صاحب ریاست پٹیالہ کے بعض مقامات میں دورہ کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اور ان کو ہدایت دی گئی ہے۔ کہ خاص طور پر غیر احمدیوں کے گاؤں میں دورہ کریں ؛

فیروزپور فیروزپور کے مبلّغ مولوی جلال الدین صاحب تحصیل قصور کا دورہ کر رہے ہیں ؛

شملہ چونکہ مبلّغین کی جماعت گرمیوں کی رخصت کی وجہ سے بند ہے۔ اس لئے حافظ روشن علی صاحب خان محمد علی خان صاحب آف مالیر کوٹلہ (جو آجکل شملہ میں مقیم ہیں) کی خواہش کے مطابق شملہ تشریف لے گئے ہیں ؛

حیدرآباد حکیم خلیل احمد صاحب آجکل حیدرآباد دکن میں ہیں۔ ان کا زخم خدا کے فضل سے اب اچھا ہے ؛

بنگال مولوی ظل الرحمٰن صاحب آجکل بنگال کے بعض اضلاع کا دورہ کر رہے ہیں۔ دو آدمیوں کے احمدی ہونے کی خبر آئی ہے۔ الحمد للہ ؛

مولوی عبد الواحد صاحب برہمن بڑیہ میں تبلیغ میں مصروف ہیں ؛

سیلون

یہ خبر نہایت خوشی سے سُنی جاویگی۔ کہ جماعت سیلون کے سکرٹری اور ۲ دو اور ممبروں پر جو غیر احمدیوں کی طرف سے قتل کا مقدمہ دائر تھا۔ اور ایک جیوری کے سامنے پیش تھا۔ وہ جیوری نے باتفاق رائے خارج کر دیا اور تمام احمدی بری کیئے گئے ہیں۔ الحمد للّٰہ ؛

انگلستان

جماعت احمدیہ لنڈن نے ۱۷۔ جون سنہ ۱۹۲۰ء کو نماز عید ادا کی۔ چودھری فتح محمد صاحب نے خطبہ پڑھا۔ جس میں روزہ کا فلسفہ اور نماز عید کی حکمت بیان کی۔ احمدی نو مسلمین باوجود تعطیل کا دن نہ ہونے کے نماز میں خاصی تعداد میں پہنچے ہوئے تھے ؛

ہائیڈ پارک میں لیکچروں کا سلسلہ جاری ہے۔ جن میں لوگ بہت دلچسپی لینے لگ گئے ہیں۔ اور اچھا اثر لیکر جاتے ہیں۔ ہر لیکچر کے بعد سوال و جواب کا موقعہ بھی دیا جاتا ہے۔ تازہ خبر ہے۔ کہ ولایت میں ایک قابل مصنّف D. Sc. سلسلہ حقّہ میں داخل ہوا ہے ؛

امریکہ

مفتی صاحب اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ سات سو میل سے انکو ایک دعوتی رقعہ آیا تھا جسمیں ان کو لیکچر کے واسطے بلایا گیا تھا۔ مفتی صاحب تشریف لے گئے۔ اور وہاں اسلام کی خوبیوں پر ان کا ایک نہایت کامیاب لیکچر ہوا۔ ایک معزز لیڈی نے اسلام قبول کیا۔ عام لوگ بھی بہت متاثر ہوئے

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ ایک جوشیلا ترک جو فوج میں ملازم ہے احمدی ہو گیا ہے۔ اور فوج میں تبلیغ کرنے میں مصروف ہے۔

اللّٰھمّ زد فزد

فہرست کتب بکڈپو دفتر ریویو آف ریلیجنز - قادیان دارالامان

نام کتب		قیمت
(۱) ادامر و نواہی		۹/
(۲) اظہار حق		۵/
(۳) التبیان		۲/
(۴) اجرومیہ		۰/
(۵) اعجاز احمدی		۳/
(۶) اسلام		۰۱/
(۷) براہین احمدیہ مکمل		عہ/
〃	حصہ اول	۵/
〃	〃 دوم	۴/
〃	〃 سوم	۱۰/
(۸) برہان الحق		۱/
(۹) باغ بہار		۱/
(۱۰) پنج ارکان اسلام		۱/
(۱۱) پارہ پنجم مترجم بخاری		۹/
(۱۲) پارہ عم مترجم		۳/
(۱۳) پارہ سوم		۱/
(۱۴) تفسیر سورہ فاتحہ		۱/
(۱۵) تفسیر سورہ بقرہ		۳/
(۱۶) تفسیر پارہ اول شیخ یعقوب علی صاحب		۴عہ
(۱۷) 〃 〃 دوم		۴عہ
(۱۸) 〃 〃 ۲۳/۲۴		عہ/
(۱۹) 〃 〃 ۲۵		عہ/
(۲۰) 〃 〃 ۲۶		عہ/
(۲۱) ٹیچنگ آف اسلام مجلد		۴عہ/
(۲۲) 〃 〃 بلا جلد		۱۴/
(۲۳) جنگ مقدس		۶/
(۲۴) جام شہادت		۰/
(۲۵) حقیقت نماز		۷/
(۲۶) حیرت کی حیرانی حصہ اول		۵/
(۲۷) 〃 〃 دوم		۴/
(۲۸) خطبہ الہامیہ		عہ/

نام کتب	قیمت
خزینۃ المعارف حصہ اول دوم	۴/
〃 سوم چہارم	۸/
خلافت راشدہ حصہ دوم	۴/
دینیات کا پہلا رسالہ	۱/
دعوت دہلی	۰۱/
دعوت الحق	۳/
ساتن دھرم	۰/
سلاس الفضائل	۰۱/
سلاس التعلیم	۲/
شرح ترمذی اول	۴عہ/
〃 دوم	۴عہ/
صیان القرآن	۳/
مبر جمیل	۰/
فضل حق	۱/
قاعدہ سنسکرت	۰/
قصہ قارون	—/
قصائد احمدیہ	۶/
لغات القرآن مکمل	عہ/
مبادی الصرف	۰۱/
مسک العارف	۰۱/
مکتوبات محمدیہ	۴/
مجموعہ آمین	۳/
مباحثہ رام پور	۰۲/
مکتوبات احمدیہ	۴/
نسیم دعوت	۳/
نور القرآن حصہ اول	۱/
ہدیہ ثاقب	۲/

نقد دس روپیہ قیمت خریدار کو مبلغ عہ فیصدی اور
〃 ۵ 〃 〃 عنہ 〃 اور
〃 یکصد روپیہ 〃 〃 〃 بطور
کمشن دیا جائیگا ؛

المشتہر
خاکسار نور محمد ہیڈ کلرک دفتر ریویو قادیان ضلع گورداسپور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷۹ ا

طاقت بڑھانے والا پھل

کورا نٹ افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہے زیادہ فکر یا محنت کی وجہ غم و بیماری تبدیل آب و ہوا کے سبب سے بدن کمزور ہو گیا ہو تو اسکو استعمال کیجئے نئی طاقت پیدا ہوتی ہے یہ دم کو بڑھاتا ہے اسلئے گھوڑے کی سواری پہاڑ کی چڑھائی کشتی کسرت ناچ گانا پڑھنا پڑھانا وغیرہ کاموں میں پہلے اسکو استعمال کرنیسے دم نہیں پھولتا یہ ہولدل اور دھڑکن کو روکتا ہے رات کو جاگنا ہو اسکو پی لیجئے تکان نہیں ہوگا یہ شراب اور افیون کی عادت کو بھی چھڑاتا ہے مفصل حالات کی فہرست بلاقیمت منگوا کر دیکھئے قیمت ۳۲ خوراک شیشی ایک روپیہ عہ محصولڈاک ۵ ر

زخم کا مرہم

یہ زخم کا مرہم سب طرح کے زخموں میں فائدہ کرتا ہے۔ زخم کے کیڑے اس سے مرجاتے ہیں بدبو جاتی رہتی ہے اور زخم صاف ہو کر جلد انگور کی طرح بھر آتا ہے اور نیا چمڑہ پیدا ہو کر زخم کو آرام ہو جاتا ہے معمولی زخم سے لیکر سڑے گلے زخم تک یہ مساوی اثر دکھلاتا ہے۔ قیمت ایک اونس کی ڈبیہ ۵ ر

زخم دھونے کی ٹکیہ مرہم لگانے کے ساتھ ہی زخم دھونا بھی چاہیئے جس دوا سے زخم دھونیکا پانی بنتا ہے وہ چھوٹی چھوٹی ٹکیہ کی صورت بنی ہوئی ہے ایک ٹکیہ سے ایک بوتل زخم دھونیکا پانی بنتا ہے۔ مرہم کے ساتھ ٹکیہ ملسکتی ہے قیمت فی ٹکیہ ا محصولڈاک ہر دو ۵ ر

کونین کی ٹکیاں

یہ خوبصورت چھوٹی چھوٹی کونین کی ٹکیاں کل میں بنتی ہیں اور سنہلی ٹین کی ڈبیاں میں ۱۶ ٹکیاں رہتی ہیں کونین کا استعمال کرنا ہو تو یہ کونین کی ٹکیہ پاس رکھئے۔ اس میں نہ وزن کی ضرورت ہے نہ کھانے میں تکلیف۔ قیمت ۱۶ ٹکیوں کی ڈبیہ ۸ محصولڈاک ایک ڈبیہ سے چھ ڈبیہ تک ۵ ر

داد کا مرہم

ہر وقت کے کھجلانے سے آرام کرنا بہتر ہے۔ قیمت فی ڈبیہ ۴ر محصولڈاک ۵ ر ایک سے چھ تک ۶ ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند سٹریٹ کلکتہ

Digitized by Khilafat Library

(مطبع میگزین قادیان میں باہتمام شیخ محمد نصیب صاحب پرنٹر و پبلشر چھپکر صدر انجمن احمدیہ کیلئے شائع ہوا)